سوانح عمری
۱۵۶

۴۸۶

هوالمعین

سلسلہ تصانیف دار الاشاعت نمبر (۴)

یا خواجہ فرید دین و ملت مدد کے — اے ابر سخا و ابر رحمت مدد کے

لب تشنہ و تلخکام جان مختام — اے گنج شکر و شربت مدد کے

سوانح عمری

قدوۃ العالم الاعلم شیخ الاسلام و المسلمین حضرت

خواجہ فرید الدین گنج شکر

مؤلفہ خواجہ سید عبد الباری [illegible]

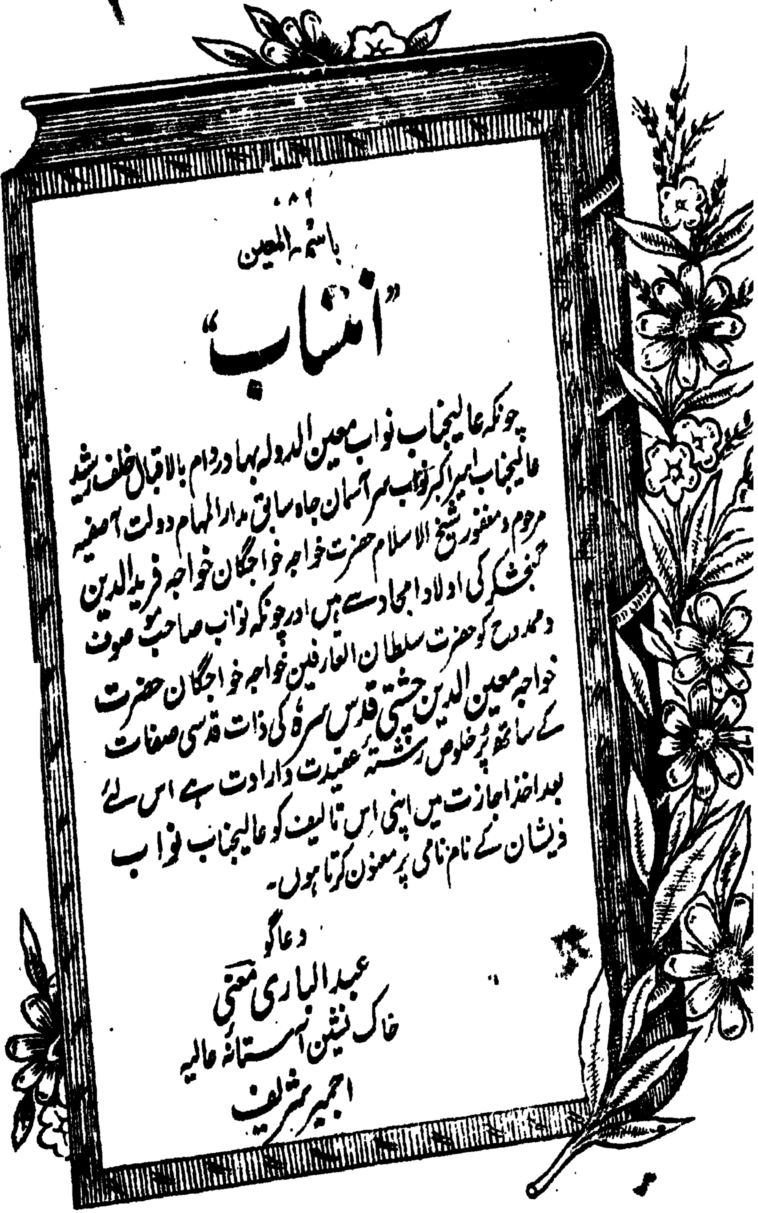
ناشر

سید منظور احمد صاحب ناظم دار الاشاعت

خواجہ اجمیر شریف

تعداد جلد (۱۰۰۰) [illegible]

۱۹۴۸ ۳/۱/۱ء



۷۸۶

باسمہ المعین

"انتساب"

چونکہ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر دام بالاقبال خلف رشید عالیجناب امیر اکبر نواب سر آسمان جاہ سابق مدارالمہام دولت آصفیہ مرحوم و مغفور شیخ الاسلام حضرت خواجہ خواجگان خواجہ فریدالدین گنجشکر کی اولاد امجاد سے ہیں اور چونکہ نواب صاحب موصوف و ممدوح کو حضرت سلطان العارفین خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی ذات قدسی صفات کے ساتھ پُرخلوص رشتۂ عقیدت و ارادت ہے اس لئے بعد اخذ اجازت میں اپنی اس تالیف کو عالیجناب نواب ذیشان کے نام نامی پر معنون کرتا ہوں۔

دعاگو

عبدالباری معنی

خاک نشین آستانۂ عالیہ

اجمیر شریف

٩٣٢،٩٤٥

٢ — ٤

گزارش

۱۵۶

مولٰنا خواجہ معنی کا ایک مضمون رسالہ کیف کے ستمبر نمبر میں شائع ہوا تھا اور اسمیں حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر کے حالات کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ مگر جب اگست کے پرچہ کیلئے تکمیل مضمون کا خیال آیا تو سلسلہ سخن قلم کی روانی اور معلومات کی فراوانی سے اسقدر طویل ہوا کہ سوانح عمری کی شکل میں مبتدل ہوگیا ظاہر ہے

کہ اس قدر طویل مضمون کے لیئے رسالہ کیف کے
صفحات ناکافی تھے اور گزشتہ سے پیوستہ لکھکر
کئی اشاعتوں میں یہ مضمون اگر شائع کیا جاتا تو لطف
جاتا رہتا اس لیئے علحدہ چھاپنے کیلئے دارالاشاعت
کو یہ رسالہ عنایت فرما دیا۔ چنانچہ اب شائع کیا جاتا ہے
مولٰنا نے اس مضمون میں بھی ترمیم و اضافہ فرمادیا
ہے جو رسالہ کیف میں شائع ہوا تھا۔ والسلام

۱۹ رجمادی الاخرہ ۱۳۴۶ھ
مطابق
۱۵ ردسمبر ۱۹۲۷ء
یوم پنجشنبہ

سید منظور احمد
نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ
خدام خواجہ اجمیر شریف



۱۲۷۰۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

البدر یطلع من فرید جبینہ ۔ والشمس تغرب فی شقائق خدہ
ملک الجمال باسرہ فکانما ۔ حسن البریۃ کلہ من عندہ

نام و نسب نام نامی مسعود، لقب گرامی فریدالدین گنجشکر۔ شیخ الاسلام کا فاروقی النسب ہونا متفق علیہ اور مسلم الثبوت امر ہے بعض حضرات کے نزدیک نسبًا آپ سادات کرام سے ہیں، لیکن روایت اولیٰ کا تواتر اسکا شدید انکار کرتا ہے اب اختلافی شکل سلسلۂ نسب میں صرف ایک مقام پر رونمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام حضرت ابراہیم ابن ادہم کی اولاد سے ہیں صاحب اقتباس الانوار مولنا اکرام نے اس اختلاف کی نسبت صاحب سیرالاقطاب مع لغنا الہدیہ کیجانب کی ہے لیکن سیرالاقطاب کا جو مطبوعہ نسخہ اسوقت ہمارے سامنے ہے اوسکی عبارت اسکی تائید نہیں کرتی، بلکہ زیر مطالعہ سیرالاقطاب میں سلسلۂ نسب کے ماتحت ابراہیم نام ہی درج نہیں ہے، باوجودیکہ شیخ الاسلام کے اجداد میں شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن ناصرالدین تحریر ہے، لیکن صاحب سیرالاقطاب نے شیخ اسحاق کو شیخ ناصر کا

فرزند بتایا ہے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ شاید مولانا اکرم کی نگاہِ درایت کو یہاں مغالطہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحب سیر الاقطاب نے حضرت ابراہیم ابن ادہم کے مبارک حالات سے پہلے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ ابو اسحٰق حضرت ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ۔ اب چونکہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا فاروقی النسب ہونا مورخین کے نزدیک ایک غیر ثابت امر ہے چنانچہ طبقات کبرے میں امام عبدالوہاب شعرانی حضرت ابراہیم ابن ادہم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔ "کان من کورہ بلخ من اولاد ملوک"

اور اس کی تائید میں مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ والسنۃ اپنی مشہور تصنیف کتاب نفحات الانس میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کو از اولاد ملوک تحریر فرماتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم ابن ادہم عند البعض بنی عجل اور عند البعض بنی تمیم سے ہیں لیکن بنی عدی سے ہونا کسی نے تحریر نہیں کیا ہے حالانکہ فاروقی کے لئے بنی عدی ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہر انسان کا حیوان ہونا۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنی عدی سے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر اولادِ ملوک سے ہونا کوئی قابل افتخار نسبت ہو سکتی تھی تو اس سے کہیں زیادہ فاروقِ اعظم کی اولاد ہونا موجب فخر و عزت تھا۔ ایسی حالت میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کا نسب بیان کرتے ہوئے مورخین آپ کے فاروقی ہونے کا اظہار نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کا فاروقی ہونا مورخین کے خیال میں متحقق نہیں ہے۔

مولانا اکرم نے سیر الاقطاب کے مطالعہ سے جب یہ معلوم کیا کہ صاحب سیر الاقطاب

ایک جانب حضرت ابراہیم ابن ادہم کو فاروقی بتاتے ہیں اور دوسری جانب شیخ الاسلام کا سلسلۂ نسب حضرت فاروق اعظم سے ملاتے ہیں، پس اون کو یقین آگیا کہ صاحب سیر الاقطاب شیخ الاسلام کو حضرت ابراہیم ابن ادہم کی اولاد سے سمجھتے ہیں لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ یہ یقین نہیں ہے بلکہ قیاس ہے اور قیاس بھی مع الفارق۔ ہاں صاحب سیر الاقطاب کے اِس بیان کی تردید کیجا سکتی ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کو فاروقی بتانے میں اون سے غلطی واقعی ہوئی، لیکن شیخ الاسلام کو حضرت ابراہیم بن ادہم کی اولاد اونہوں نے کب بتایا ہے جو اس کی تردید کیجاتی ہے۔ دیکھو شجرۂ نسب کہ صاحب سیر الاقطاب نے شیخ الاسلام کا تحریر کیا ہے اِس میں اسحق بن ناصر الدین عبداللہ بن فاروق اعظم تحریر کیا ہے۔ بالفرض اگر یہاں یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ شیخ اسحٰق کے بعد حضرت ابراہیم کا نام سہو کاتب سے رہ گیا ہے تو بھی شیخ الاسلام ابراہیم ابن ناصر کی اولاد سے ثابت ہوتے ہیں، نہ کہ ابراہیم ابن ادہم کی اولاد سے۔ اور درحقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ شیخ الاسلام حضرت ابراہیم بن ناصر الدین کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ جواہر فریدی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے جو شیخ الاسلام ہی کی اولاد میں سے مولنا علی اصغر نے عہدِ جہانگیری میں تصنیف فرمائی ہے۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ۔

پس اب ثابت ہوا کہ یہ اختلاف اصل میں کبھی رو بوجود ہی نہیں ہوا ہے بلکہ محض قیاس کی بلند پروازیوں نے اس کی ایک موہوم صورت قائم کر لی ہے عباراتنا شتّٰی وحسنك واحدٌ۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ شیخ الاسلام کے اجداد میں بادشاہ کابل

فرخ شاہ عادل کا نامِ نامی بھی آتا ہے۔ اِس بیان سے معلوم ہوا کہ دین کے اِن داتا کا خاندان قدرت کی جانب سے دنیا کی بادشاہت سے بھی سرفراز رہ چکا ہے۔

قاضی شعیب کا ہندوستان میں تشریف لانا

سلطنت کابل کی بنیاد جب حوادثِ روزگار سے متزلزل ہوگئی اور شاہانِ غزنین کا تسلط عام ہوگیا تو شاہ کابل فرخ شاہ عادل کے اخلاف نے اِس فتنۂ عظیم کے حملہ کو صبر و شکیب کیساتھ برداشت کیا اور خاک پاک وطن سے جدائی اختیار نہ کی۔ مگر ابھی کچھ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خانی دورِ ہلاکت و مصیبت آگیا اور ایران و توران کی تباہی و بربادی عمل میں آئی، یہاں تک کہ قتل و غارت کا یہ سیلاب رفتہ رفتہ مملکت غزنین سے ہوتا ہوا کابل تک پہنچا اور شیخ الاسلام کے جدِ امجد کے والد بزرگوار اس معرکہ میں جامِ شہادت سے سیراب ہوئے۔ نیرنگیٔ عالم نے جب یہ کرشمہ سازیاں دکھائیں تو چار و ناچار شیخ الاسلام کے جدِ امجد قاضی شعیب نے ترکِ وطن کے ارادے سے اپنے ہر سہ فرزندانِ ارجمند کے ہمراہ لاہور کا رُخ کیا اور قصبۂ قصور میں نزول فرمایا۔ قاضی قصوری نے جو اسلامی اخلاق اور ایمانی اوصاف سے متخلق اور متصف تھے، جب قاضی شعیب کی تشریف آوری کا حال سُنا تو اکرام و احترام کے فرائض لازمی تمام ادا کئے اور اسمیں اپنی سعادت سمجھی اور آپ کی تشریف آوری کی اطلاع آپ کے خاندان کرامت نشان کا ذکر کرتے ہوئے بادشاہ وقت کی خدمت میں بھیجی۔ وہاں سے جواباً فرمانِ شاہی نافذ ہوا کہ دینی و دنیاوی جو عہدہ وہ قبول فرمائیں ہمیں اطلاع دو تاکہ اوس کے متعلق حکم صادر فرمایا جائے۔ جب قاضی شہر نے آپکی

خدمت میں فرمان کی عبارت پڑھکر سُنائی تو آپ نے فرمایا۔

"مارا از عمل دنیا ہیچ مطلوب نیست چیزے کہ از مارفت بدنبال آں نشویم"

یعنی دنیا کی حکومت کو ہم نہیں پسند کرتے ہیں اس لیے کہ جو چیز ہمارے ہاتھوں سے چلی گئی ہے اب ہم اوس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہتے لیکن بالآخر دوسرے فرمان شاہی کے مطابق شہر ملتان کے قریب مقام کھتوال کی قضاۃ قاضی شعیب کو تفویض کی گئی اور آپ نے اس منصب کو قبول بھی فرمایا تاکہ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فرض انجام دیا جاسکے۔ اور آپ نے مقام کھتوال ہی سکونت اختیار فرمائی۔

قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام کے والد ماجد حضرت جمال الدین سلیمان کا عقد حضرت مولانا وجیہ الدین کی صاحبزادی سے ہوا۔ چنانچہ آپ کے بطن مبارک سے تین فرزندان ارجمندان عالم وجود میں تشریف لائے شیخ اعزالدین محمود۔ شیخ الاسلام فریدالدین مسعود۔ شیخ نجیب الدین متوکل۔

ولادت شیخ الاسلام کی ولادت مقام کھتوال میں غرۂ رمضان المبارک کو علی اختلاف الاقوال عند البعض ۵۶۹ھ اور عند البعض ۵۸۲ھ میں ہوئی۔ ہمارے خیال میں ۵۶۹ھ کا سن پیدائش ہونا اقرب الی الصواب ہے، اس لیے کہ پہلی روایت صاحب جواہر فریدی اور دوسری روایت صاحب خزینۃ الاصفیا کی ہے، اور صاحب جواہر فریدی کو صاحب خزینۃ الاصفیا پر تقدم زمانی کے علاوہ ایک اور بھی شرف حاصل ہے وہ یہ کہ صاحب جواہر فریدی شیخ الاسلام کی اولاد امجاد سے ہیں اس لیے سن اولیٰ کو مقدم رکھنا ترجیح بلا مرجح نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت اور تبحر علمی شیخ الاسلام کی والدہ ماجدہ تہجد گزار شب زندہ دار

یگانۂ روزگار، عابدہ اور زاہدہ تھیں اس لئے اُن کے اثر صحبت اور فیض تربیت سے شیخ الاسلام نے بھی اپنے دورِ معصومیت ہی میں علم و عمل کے میدان کی طرف توجہ فرمائی۔ سیر اور تاریخ کی کتب سے اِس بیان کی تصدیق و تائید ہوتی ہے کہ شیخ الاسلام نے علمِ ظاہری کی تحصیل کے ساتھ ہی ساتھ مجاہدہ و ریاضت کا شغل بھی رکھا ہے۔

شیخ الاسلام کے تبحر علمی کا اندازہ مندرجہ ذیل چند مثالوں سے کیا جا سکتا ہے صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ مولانا بدر الدین اسحٰق نے شہر دہلی کے مشاہیر علماء سے اکتساب علوم فرمایا اور اپنی خداداد ذہانت و فطانت کی وجہ سے علمائے عصر پر تفوق حاصل فرما لیا۔ لیکن چونکہ حوصلہ عالی اور ہمت بلند تھی اِس لئے جمیع علوم کے انتہائی مدارج طے کرنے کا خیال ہوا اور مشاہیر علماء شہر کی جانب رجوع کیا طبیعت کی روانی اور فطانت کی فراوانی کی وجہ سے دقائق علمی کے حل کرنے کی جانب زیادہ توجہ تھی جب دیکھا کہ اب علماءِ شہر سے خاطر خواہ استفادہ نہیں ہو سکتا ہے تو اپنے پورے کتب خانہ کیساتھ بخارا کے قصد سے دہلی کو چھوڑا۔ اِس لئے کہ بخارا کو علم و فن کے مرکز ہونے کی حیثیت سے اس زمانہ میں شہرت عام حاصل تھی شیخ بدر الدین اسحٰق اجودھن میں پہنچے۔ تو شیخ الاسلام کی شہرتِ علمی ان کے کانوں تک پہنچی۔ آخر اپنے ایک دوست کے کہنے سے ادب کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور جو جو دقائق علمی حل کرنے کے قابل تھے ایک ایک کر کے سب عرض کئے اور شیخ الاسلام کی بارگاہ سے جواب شافی پایا یہاں تک شیخ الاسلام کے کمالات علمی دیکھ کر بخارا کا عزم فسخ کر دیا۔ اور سعادت بیعت حاصل کر کے تمام عمر پیر و مرشد کی خدمت میں بسر کر دی۔

اسی طرح حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کلام اللہ کے چھ پارہ اور تین کتابیں شیخ الاسلام سے پڑھی ہیں ایک کتاب کا میں خود قاری تھا، اور دو کتابوں میں سامع اور ابو شکور سالمی کی تصنیف کتاب تمہید المہتدی پوری پڑھی ہے اور چھ باب عوارف المعارف کے پڑھے ہیں۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلقہ درس بھی آراستہ ہوا کرتا تھا۔

صاحب سیر الاولیا حضور محبوب الٰہی سے روایت کرتے ہیں کہ ضیاء الدین نام ایک عالم تھے جن کو خلافیات میں بہت کچھ دخل تھا وہ کہتے تھے کہ جب مجھے شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو مجھے خوف پیدا ہوا کہ مبادا شیخ الاسلام کسی ایسے فن میں سوال فرمالیں جس میں مجھے مہارت حاصل نہیں ہے تو یقیناً شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ لیکن جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو شیخ الاسلام نے نحو و فقہ کا کوئی مسئلہ نہیں دریافت کیا۔ بلکہ پوچھا "تنقیح مناط چہ باشد" یعنی تنقیح مناط کیا ہے۔

علمی لطیفہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت بہاء الدین کی نسبت کوئی ایسی بات شیخ الاسلام کے گوش حق نیوش تک پہنچائی، جو شیخ الاسلام کی مجلس عالی کے لائق نہیں تھی جب شیخ بہاء الدین کو اس واقعہ کا علم ہوا تو معذرت نامہ لکھا مضمون یہ تھا "میانِ ما و شما عشقبازی است" یعنے تمھارے اور ہمارے درمیان عشق بازی ہے شیخ الاسلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "میان ما و شما عشق است بازی نیست" یعنے ہمارے اور تمھارے درمیان عشق و نسبت ہے بازی نہیں ہے۔ کما قال صاحب سیر الاولیا

مندرجہ بالا واقعات جن سے شیخ الاسلام کے تبحر علمی کی شان کا اظہار ہوتا ہے کتب سیر میں موجود ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بیشمار واقعات ہوں گے لیکن افسوس کہ آج تذکرے اون سے خالی ہیں۔ مگر ارباب عقل و انصاف کے لیے شیخ الاسلام کی عالمانہ رفعت شان کا اندازہ کرنے کے لیئے بھی کافی ہو سکتا ہے

شمۂ با تو گفتم از سخنے

قس علی ما سمعت الباقی

تحصیل علم کے متعلق صراحت کے ساتھ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کن کن مقامات پر کن کن اساتذہ سے کس کس وقت میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ہاں اسقدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ طلب علم کے زمانہ میں تحصیل علم کی غرض سے مختلف مقامات کا سفر فرمایا ہے چنانچہ قندھار و بغداد کا جانا بھی بعض کتابوں میں مرقوم ہے ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو۔

بیعت طالب العلمی کے زمانہ میں ملتان کی ایک مسجد میں شیخ الاسلام قبلہ رو بیٹھے ہوئے کتاب نافع کے مطالعہ میں مشغول تھے کہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ اوش سے وارد ملتان ہوئے اور اتفاقاً اسی مسجد میں قدم رنجہ فرمایا شیخ الاسلام نے قطب الاقطاب کی چمکتی ہوئی نورانی پیشانی کو جب دیکھا تو بے اختیار تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور پھر مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔

قطب الاقطاب نے دوگانہ تحیۃ مسجد ادا کر کے آپ سے دریافت فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کتاب نافع، ارشاد ہوا، "نفع تو ازیں نافع خواہد شد" عرض کیا کہ "نفع من از کیمیائے سعادت بخش شما خواہد شد" اور یہ کہہ کر فوراً قدمبوس ہو گئے۔

کتاب خیر المجالس کی مجلس شصت و پنجم میں خواجہ نصیر الحق والدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام حضرت قطب الاقطاب کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے تو اُس وقت حضرت قطب الاقطاب نے یہ رباعی پڑھی۔

مقبول تو خبر مقبلِ جاوید نشد — وز لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد
لطفت بکدام بندہ پیوست دمے — کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

"پھر اِس رباعی کے بعد ہی یہ حدیث شریف پڑھی"

انزل اللہ تعالیٰ علیٰ	خدائے برتر نے میری اُمت پر دو آیتیں
اُمتی آیتین وما کان	نازل فرمائی ہیں (پہلی آیت یہ کہ اے
اللہ لیعذبہم وانت	محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جن لوگوں میں
فیھم وما کان اللہ	آپ ہیں اللہ نے اُنپر عذاب نہیں کیا (دوسری
معذبہم وھم	آیت یہ کہ) اللہ اُن لوگوں پر عذاب فرمانیوالا نہیں
یستغفرون فاذا	ہے جو لوگ اپنے لئے مغفرت چاہتے ہیں (اے
مضیت الی مت	محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ دنیا سے رخصت
ترکت فیھم الا	ہوئے تو آپ نے اپنی امت میں استغفار کو باقی
ستغفار الے	چھوڑا جو قیامت تک باقی رہے گا اور اس لئے
یوم القیمۃ۔	اللہ اونپر عذاب نہیں فرمائیگا۔

یہاں تک کہ قطب الاقطاب کے ہمراہِ رکاب رونق افروز دہلی ہوئے اور اسی مقام پر شرف بیعت حاصل کیا۔

صاحب سیر العارفین اور اُن کے ہمنوا تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ شیخ الاسلام نے

قطب الاقطاب کی ہمراہ رکاب سعادت انتساب بارادۂ دہلی ابھی صرف تین منزلیں ہی طے کی تھیں کہ ارشاد ہوا یا بافرید کچھ عرصہ ابھی تحصیل علوم میں اور مصروف رہو، پھر فارغ ہو کر ہمارے پاس دہلی میں آؤ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ دہلی تشریف نہیں لے گئے۔ نہ زمانۂ طلب علم میں آپ بیعت ہوئے لیکن چونکہ مذکورہ بالا بیان کتاب سیر الاولیاء کا ہے جو ہر حیثیت سے کتاب سیر العارفین سے متقدم ہے، اس لئے اوس کی صحت قرین عقل و قیاس ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ دہلی پہنچکر بیعت ہو چکنے کے بعد پیر و مرشد کے ارشاد پر طلب علم کی غرض سے پھر سفر فرمایا ہو اور تکمیل علوم کے لئے قندھار و بغداد تشریف لے گئے ہوں۔

خواجہ بزرگ کی زیارت جس زمانہ میں شیخ الاسلام بمقام دہلی اپنے پیر و مرشد حضرت قطب الاقطاب کی خدمت سے مشرف تھے اور دن رات مجاہدہ و ریاضت سے کام تہا۔ ٹھیک انہی دنوں میں شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز رونق افروز دہلی ہو کر حضرت قطب الاقطاب کے یہاں قیام فرما ہوئے تھے اور قطب الاقطاب اپنے جملہ حلقہ بگوشوں کے ساتھ آقائے ولی نعمت عطائے رسول غریب نواز کی خدمت میں ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حجرہ میں خواجہ خواجگان سلطان الاولیا تشریف فرما تھے اور حضوری میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اور شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین کے سوائے کوئی اور نیازمند نہیں تہا

خداوند نعمت کی نظر فیض اثر جب شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین پر پڑی تو آپ نے قطب الاقطاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"بختیار ایں جوان را تا چند از مجاہدہ خواہی سوخت چیزے بخشش کن"

یعنے بابا بختیار اِس جوان کو مجاہدہ ہی مجاہدہ میں کبتک سوزاں رکھو گے اب تو کچھ بخشش کرو قطب الاقطاب نے عرض کیا میری کیا مجال ہے کہ مخدوم کی موجودگی میں کچھ بخشش کروں ارشاد ہوا کہ اس جوان کو آخر نسبت تو تمھیں سے حاصل ہے یہ فرما کر آپ کہڑے ہوئے اور فرمایا کہ آؤ ہم تم دونوں کچھ نعمت دیں چنانچہ شیخ الاسلام فریدالدین کی سیدہی جانب حضور اقدس سلطان الہند اور بائیں جانب حضرت قطب الاقطاب کھڑے ہوئے۔ اب جو کچھ نعمت عطا ہوئی اسکی حقیقت لینے والے اور دینے والوں کے سوائے کوئی اور کیا جان سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ صاحب سیرالاولیا رفرماتے ہیں۔

بخشش کونین از شیخین شد درباب تو بادشاہی یافتی زین بادشاہان جہاں
مملکت دنیا و دین گشتہ مسلم مرترا عالم کن گشتہ اقطاع توای شاہجہاں

پیر و مرشد سے رخصت

شیخ الاسلام کو ایک زمانہ تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل رہا۔ آخر اجازت نصیب ہوئی۔ چنانچہ ہانسی کی جانب روانہ ہونے کے ارادہ سے رخصتی سلام نیاز کے لئے جب آپ حضرت پیر و مرشد کیخدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت قطب الاقطاب نے چشم پرآب ہو کر فرمایا،، مولنا فریدالدین دانم رواں خواہی شد" یعنے مولنا فریدالدین میں جانتا ہوں کہ تم جاؤگے۔ شیخ الاسلام نے عرض کیا۔

میرا ارادہ کیا حقیقت رکھتا ہے جیسا ارشاد ہوگا سر آنکھوں سے تعمیل کروں گا۔ ارشاد ہوا مشیت الٰہی کا یہی منشا ہے کہ تم مجھ سے جدا ہو جاؤ اور جب میں سفر آخرت کروں تو تم میرے پاس نہ رہو۔ یہ کہہ کر آپ نے حاضرین کی جانب رخ فرما کر ارشاد فرمایا کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر اس درویش کے لئے دولت دین و دنیا اور نعمت فقر کی زیادتی کی دعا کرو۔ چنانچہ سب حاضرین مجلس نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ نصیرالدین کے لیے دعا کی۔ پھر حضرت قطب الاقطاب نے ازراہِ نوازش و کرم عصا اور مصلائے خاص شیخ الاسلام کو عنایت فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ تمھاری امانت یعنی سجادہ خرقہ و دستار نعلین قاضی حمیدالدین کو دیدوں گا وہ تمھارے پاس پہنچا دیں گے تم اپنے پاس رکھنا اس لیے کہ میرے قائمقام تم ہی ہو قطب الاقطاب کی اس وداعی گفتگو کو سنکر حاضرین مجلس نے سمجھ گئے کہ زمانۂ وصال قریب آچکا ہے اس لئے سب نے ایک نعرہ لگایا اور سب کے سب دعا کرنے لگے۔ القصہ شیخ الاسلام پیر و مرشد سے رخصت ہو کر ہانسی پہنچے اور وہیں قیام فرمایا۔

خلافت شیخ الاسلام اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب کی رحلت کے وقت ہانسی میں تشریف فرما تھے۔ لیکن اشارۂ پیر و مرشد پاکر فوراً ہانسی سے روانہ ہوئے اور چوتھے دن دہلی پہنچے۔ قطب الاقطاب نے چونکہ اوسی مجلس میں جس مجلس میں وصال فرمایا تھا یہ وصیت فرمادی تھی کہ جامہ، عصا، نعلین، ہماری یہ تمام چیزیں فریدالدین کے حوالہ کردی جائیں، اس لئے کہ ہماری نعمت کا وارث وہی ہے ✤

کتاب خیر المجالس کی مجلس بست و پنجم میں شیخ الاسلام نصیر الدین محمود سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین مسعود رونق افروز دہلی ہوئے تو سیدے اپنے برادرِ طریقت مولانا بدر الدین غزنوی سے ملنے گئے۔ اور اون سے دریافت کہ جناب شیخ نے رحلت کے وقت کیا وصیت فرمائی تھی مولٰنا نے جواب دیا کہ قطب الاقطاب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ میرا مصلائے خاص مولٰنا مسعود کے حوالہ کر دیا جائے۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ اگر وہ چاہیں تو میری زوجہ سے نکاح بھی کر لیں شیخ الاسلام فرید الدین مسعود نے یہ سنکر فرمایا کہ دوسری وصیت قبول کرنے سے میں معذور ہوں"

غرض تمام تبرکات آپکے حوالہ کر دیے گئے اور تنہا آپ اپنے پیر و مرشد کے صاحب سجادہ قرار پائے۔ اور صاحبِ سجادہ بھی کیسے کہ آپ کا طالع اقبال غیرتِ خورشید ہو کر چمکا اور اوس کی روشنی سے دودمانِ چشت کو چار چاند لگ گئے سچ یہ ہے کہ شیخ الاسلام کی ذات ستودہ صفات کی برکت سے سرزمین ہندوستان پر ہدایت وارشاد کے چشمے جاری ہو گئے۔

ما قلت فی فضلہ شیئاً لامدحہ
الا و فضل فرید فوق ما قلت

ستر حال شیخ الاسلام نے ہمیشہ یہی چاہا کہ مخلوقِ الٰہی آپ کی شانِ کمال سے واقف نہ ہونے پائے کہ اوقات عبادت و مشغولیت میں حاجتمندوں کی کثرت کے سبب سے ہرج و نقصان نہ واقع ہو لیکن آفتاب روشن کا درخشاں چہرہ کہیں نقاب سحاب سے

بھی پوشیدہ اور مخفی ہوا ہے! چنانچہ جب شیخ الاسلام اپنے پیر و مرشد کے سجادۂ طریقت کے وارث مقرر ہوئے اور نعمتِ خلافت حاصل ہو چکی تو دہلی سے ہانسی کی طرف واپس ہو گئے اور خاموشی کے ساتھ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کشی فرمالی اور اب یادِ الٰہی میں عمر عزیز کے لمحات گرانبہا صرف ہونے لگے لیکن بالآخر آپ کی مقبولیت نے آپ کو ہانسی میں مشہور کر دیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ مولنا نور ترک واردِ ہانسی ہوئے اور وہاں وعظ فرمانے لگے شیخ الاسلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو مجلسِ وعظ کی شرکت فرمائی۔ مولنا نور ترک کی نگاہِ حق شناس جب اس آفتابِ ہدایت کے جمال پر پڑی۔ تو بے ساختہ پکار اُٹھے "اے مسلماناں صرافِ سخن رسید" یعنے اے مسلمانو دیکھو وہ سخن کا پرکھنے والا آپہنچا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام کی مدح و ستائش میں رطب اللسان ہوئے اور جس طرح سلاطین کی تعریف کیجاتی ہے اس طرح تعریف کرنی شروع کی شیخ الاسلام نے جب دیکھا کہ روز بروز ہانسی میں شہرت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو وہاں سے آپنے اپنے آبائی مسکن اور اپنے مولد کھتوال کی جانب رُخ فرمایا۔

محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ الاسلام کھتوال میں اقامت فرماتے تھے اوسیوقت جلال الدین تبریزی وہاں تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہاں کوئی مردِ خدا بھی ہے یا نہیں لوگوں نے عرض کیا جی ہاں ایک قاضی زادہ ہیں جو فلاں مسجد کے پیچھے یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے ہیں چنانچہ شیخ موصوف شیخ الاسلام کے پاس تشریف لائے

اور ملاقات فرمائی۔ الغرض یہاں بھی آپ کا آستانہ مرجع خاص وعام ہوگیا۔ شہر ملتان چونکہ یہاں سے قریب تھا اس لئے اہلِ ملتان بھی جوق جوق بارگاہِ ولایت میں اپنی اپنی استدعائیں لیکر حاضر ہونے لگے اور مشاغل میں خلل ہونے لگا تو شیخ الاسلام نے اجودھن کیجانب رُخ فرمایا۔ اور آخر آپ کے مبارک دور کے باقیماندہ ایام یہیں تمام ہوئے۔

بظاہر بار بار جو انتقال مکان کی ضرورت پیش آتی تھی اوسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اہلِ دنیا سے آپکا حالِ کرامت اشتمال پوشیدہ و مخفی رہے چنانچہ جہاں آوازۂ شہرت بلند ہوا آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ آپ بارہا اس شعر کی تکرار فرمایا کرتے تھے ؎

هر که در بند نام و آوازست　　خانه او بیرون دروازه است

بالآخر جب یقین ہوگیا کہ مشیت الٰہی اپنی تہیدست مخلوق کو آپ کے دروازۂ کرم سے مالامال کرنا چاہتی ہے تو آپ نے اجودھن میں مستقل قیام فرمالیا۔ اور ترک اجودھن نہیں فرمایا۔

قیام اجودھن کے ابتدائی حالات

اجودھن میں مستقل قیام فرمانے کے بعد ابتداءً شیخ الاسلام نے آبادی اور بستی سے کنارہ کشی کو مقدم سمجھا جنگل میں درویشانہ سکونت اختیار فرمائی۔ اور پیلو وغیرہ اسی قسم کی اور چیزیں جو اس جنگل میں پیدا ہوتی تھیں۔ آپ نے قناعت کی غور کرو کہ دین و دنیا کا ایک بادشاہ دنیا اور اسباب دنیا سے بالکل بے پرواہ ہوکر خدا کی دی ہوئی قوت لایموت پر قناعت کرکے کس اطمینان قلب کے ساتھ

یاد الٰہی میں زندگی بسر کرتا ہے اور ما سوا اللہ سے کسی غرض و مطلب کے لئے دنیا پر تعلق پسند نہیں کرتا۔

ایک عرصہ تک یہی حالت رہی لیکن پھر صورت حال بدلی اور قدرے فتوحات کا سلسلہ شروع میں ہوا لیکن پھر بھی عسرت شریک حال رہی حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام مجلس میں رونق افروز تھے اور ایک صاحب محمد ماہی کو حاضری خدمت کا شرف حاصل تھا۔ اس اثنا میں کھانا لایا گیا۔ اسوقت کوئی دسترخوان موجود نہیں تھا شیخ الاسلام نے فرمایا زمین ہی پر رکھدو صاحب موصوف کے جی میں خیال آیا کہ اگر دسترخوان ہوتا تو مناسب تھا شیخ الاسلام نے اُن کے اِس خطرہ قلبی پر آگاہی پاکر فوراً ہی دو انگلیوں سے زمیں پر ایک مربع بنایا اور فرمایا کہ اس کو دسترخوان تصور کر لو۔ خدا کی شان دیکھو کہ جس بادشاہ کے دسترخوان سے اہل دنیا کو کونین کی نعمتیں حاصل ہوئیں کبھی ایسا زمانہ بھی اسپر گزرا ہے جبکہ عسرت حال کیوجہ سے خود اس کے گھر میں دسترخوان موجود نہیں تھا۔

جب اِس حال کو بھی ایک عرصہ گزر گیا تو اس گوشہ نشینی اور عزلت کے باوجود بھی مخلوق کی آمد و شد کا وہ سلسلہ بندھا کہ آپکی بارگاہ کرامت پائیگاہ اہل عقیدت کا مرکز امید بن گئی۔ بندگان حق آتے تھے اور دریائے کرم سے سیراب ہوتے تھے۔ کوئی سائل نہ تھا جو اس دروازہ سے محروم گیا ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اِس زمانہ میں شیخ الاسلام کا یہ قاعدہ تھا کہ

آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ عرصہ تک مجلس میں رونق افروز رہتے اور دولتکدہ کا دروازہ برابر کھلا رہتا تاکہ ہر آنے والے کو باریابی کی سعادت حاصل ہو جائے۔

رفتہ رفتہ جب فیض و کرم کے اس دریائے ناپیداکنار سے تشنہ کاموں کو عام طور پر آب حیات عطا ہونا شروع ہوا۔ اور اس جود و عطا کی شہرت کا آوازہ آسمان کمال تک پہنچ گیا تو فتوحات و نذورات کا دروازہ کھلا۔ مگر جس بارگاہ سے دین کی دولت تقسیم ہوتی تھی وہاں دنیا کے ساز و سامان اور نقد و جنس کی کیا قیمت ہوتی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ نذر و فتوح میں جو کچھ آتا تھا آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا جاتا۔ کوئی شخص ایسا نہیں آیا جسے کچھ نہ ملا ہو۔ پھر آپ کے الطاف و اخلاق کی یہ حالت تھی کہ نئے اور پرانے آنے والے سب پر آپ کی مہربانی اور توجہ یکساں ہوتی تھی۔

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام کا افطار صرف ایک پیالہ شربت سے ہوتا تھا جس میں کچھ مویز بھی ڈالا جاتا تھا۔ اس پیالہ میں سے آدھا یا ثلث تو آپ حاضرین پر تقسیم فرما دیتے اور تھوڑا سا کسی اور برتن میں رکھ دیا جاتا تاکہ حاضرین کے علاوہ دوسرے آنیوالوں کو عطا فرمایا جاتا۔ اور ثلث کے قریب خود شیخ الاسلام نوش جان فرماتے تھے بلکہ بعض اوقات اس میں سے بھی کچھ حصہ کسی کو عنایت فرماتے تھے۔ اسی طرح کھانے کیلئے نماز سے پہلے دو پراٹھے مجلس میں لائے جاتے اور وہ دونوں ایک سیر سے کچھ کم ہوتے تھے۔ شیخ الاسلام کا قاعدہ تھا کہ ان دو میں سے ایک پراٹھے کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر تقسیم فرما دیتے تھے اور دوسرا پراٹھا خود

تناول فرماتے اور کبھی کبھی اُس میں سے بھی جس کے نصیب میں ہوتا عطا فرماتے
پھر آپ نماز میں مشغول ہوتے بعدہ دسترخوان لگتا اور طرح طرح کے کھانے
چنے جاتے اور کھلائے جاتے مگر آپ کچھ نہ کھاتے بلکہ جو افطار کے وقت
کھاتے اُس پر اکتفا اور قناعت فرماتے

لشکر شاہی کا زیارت کو حاضر ہونا

شیخ الاسلام کا آستانۂ اقدس جب حاجتمندوں اور سائلوں کا مرکزِ اُمید بنا اور آپ کی
شانِ رافت و مرحمت عطا پاشی اور کرم گستری کیجانب متوجہ ہوئی تو اس سلسلہ
میں بیشمار خوارق عادات کا اظہار بھی ہوا جن کا چرچا عالم میں پھیلا۔ اور راوی
سنکڑوں دور دور سے سائلین حصولِ مُراد و مقصد کے لیے حاضر دربار ہونے لگے۔

صاحب سیرالاولیا سلطان المشائخ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب سلطان
ناصرالدین اپنے لشکر کو لیکر آوچہ اور ملتان کیجانب متوجہ ہوئے۔ اور لشکر ایسے
مقام پر پہنچا جہاں سے شیخ الاسلام کا دولتکدہ بہت قریب تھا تو لشکر کے
تمام لوگوں کو شیخ الاسلام کی زیارت کا اشتیاق غالب ہوا۔ اور سب کے سب
اجودھن پہنچے لشکریوں کے اس انبوہ و اژدہام کی یہ حالت تھی کہ شانہ سے
شانہ چھلتا تھا اور زمین پر تل برابر جگہ باقی نہیں رہی تھی جب شیخ الاسلام نے
یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو مکان کے کوٹھے سے اپنے پیراہن مبارک کی آستین
لٹکا دینے کا حکم فرما دیا۔ جوق جوق لوگ آتے تھے اور آستین اقدس کو
بوسہ دیتے تھے یہاں تک کہ آستین پارہ پارہ ہوگئی۔ پھر شور ہوا کہ شیخ الاسلام
کی زیارت کے طالب ہیں زیارت کے بغیر نہیں جائیں گے۔ آخر شیخ الاسلام

مسجد میں تشریف لائے اور چاروں طرف سے مریدانِ خاص نے حلقہ باندھ لیا سپاہی آتے تھے اور حلقہ سے باہر دور ہی سے سلام عرض کر کے چلے جاتے تھے۔ اسی اثنار میں ایک بوڑھا گرتا پڑتا اشتیاق زیارت میں حلقہ کے قریب پہنچا اور یکبارگی حلقہ میں داخل ہوکر شیخ الاسلام کے قدموں سے لپٹ گیا۔ شیخ الاسلام نے پائے اقدس کو جیسے ہی کھینچنا چاہا بوڑھے نے عرض کیا۔ یا شیخ کیا آپ تنگ آگئے ہیں۔ اللہ کا شکرادا کیجئے جس نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے بوڑھے کی زبان سے جب یہ جملہ نکلا شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے ایک نعرہ مارا اور بوڑھے پر بہت کچھ شفقت فرمائی

سُلطان غیاث الدین کی حاضری

سُلطان غیاث الدین جو ابھی بادشاہ نہیں ہوئے تھے بلکہ اُن کو نائب سلطنۃ کی حیثیت حاصل تھی اور الغ خاں کے نام سے مشہور تھے یہ بھی سلطان ناصرالدین کے ہمراہ تھے انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ لشکر خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے اور جس راستہ سے لشکر شاہی کا گزر ہونے والا ہے اسمیں پانی کم ملتا ہے اگر حکم ہو تو کچھ نذرا ور ہدیہ لیکر شیخ الاسلام فرید الملت والدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کروں تاکہ ان کی روحانی مدد لشکر شاہی کے ساتھ ہو بادشاہ نے اجازت دیدی۔ الغ خاں نے حاضرِ دربارِ شیخت ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے جو سبب ظاہر کیا تھا یہ صرف ظاہری سبب تھا۔ لیکن دراصل حاضری کے واسطے بیتاب تھا وہ صرف اِس لیے کہ تخت و تاج شاہی کا

مالک میں ہو جاؤں چنانچہ دربارِ اقدس میں پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں یہ سوچتے جا رہے تھے کہ دیکھوں بارگاہِ ولایت سے میرے اس آرزو کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے۔ بالآخر دولتِ زیارت اور نعمت حضوری نصیب ہوئی اور الغ خاں نے قدمبوس ہونے کے بعد ہی شیخ الاسلام کے سامنے فرمانِ شاہی اور تھیلیاں رکھدیں شیخ الاسلام نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے عرض کیا تھیلیوں میں روپے ہیں اور اس فرمان میں چار گاؤں نذر کرنے کی نسبت حکم شاہی ہے شیخ الاسلام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ تھیلیاں یہیں رکھ جاؤ تاکہ روپیہ درویشوں پر تقسیم کر دیا جائے اور یہ فرمان واپس لیجاؤ اس کے آرزومند اور بہت سے ہیں۔ الغ خاں کے دلمیں پھر خیال آیا کہ شیخ الاسلام نے میری بادشاہت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ آیا اس خیال میں کبھی کامیابی نصیب ہوگی یا نہیں۔ ادھر یہ خیال الغ خاں کے دلمیں آیا اور ادھر فوراً ہی شیخ الاسلام نے اس خطرۂ قلبی پر آگاہی پائی فرمایا

فریدوں فرخ فرشتہ نبود ‏ ‏ زعود وزعنبر سرشتہ نبود
زداد و دہش یافت آں نیکوئی ‏ ‏ تو داد و دہش کن فریدوں توئی

یعنے فریدوں کوئی فرشتہ نہیں تھا بلکہ اس نے محض اپنے داد و دہش کی بدولت دولت شاہی پائی اگر تو بھی جود و عطا سے کام لے گا تو تجھکو بھی فریدوں کی طرح بادشاہت مل سکتی ہے

الغ خاں نے جب شیخ الاسلام کی زبان حق ترجمان سے یہ اشعار سنے تو اُٹھے اور زمین بوس ہوکر خوش خوش رخصت ہوئے محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ہی الغ خاں سلطان غیاث الدین ہوئے۔ اور مملکت ہندوستان اُن کے زیر نگیں آگئی

شیر خاں والی ملتان

یہ سب کچھ تھا لیکن پھر بھی بعض بدبخت ایسے تھے جن کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے اور وہ اِس مظہر الٰہی کے جمال سے محروم اور اس فرد کامل کے کمال سے ناواقف ہی نہیں، بلکہ منکر تھے۔ شیر خاں والی ملتان کا قصہ ہے کہ اسکو شیخ الاسلام کی جناب میں کوئی عقیدت نہیں تھی۔ اگرچہ منکرین وجود آفتاب کے انکار سے آفتاب کی روشنی میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اور اسی سے آفتاب اپنے منکرین کی محرومی کا کبھی ماتم نہیں کرتا۔ لیکن خدا جانے وہ کیا بات تھی جسکی وجہ سے شیخ الاسلام شیر خاں کی نسبت بارہا یہ شعر فرمایا کرتے تھے۔

افسوس کہ از حال منت نیست خبر　　آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جس سال شیخ الاسلام کا وصال ہوا اُس سال شیر خاں پر کفار حملہ آور ہوئے۔ محبوب الٰہی کے اِس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر خا اس ہنگامہ میں مارا گیا۔

شمس دبیر شاعر کی حاضری

ایک بار شمس دبیر شاعر شیخ الاسلام کی بارگاہ میں مدحیہ قصیدہ کہہ کر حاضر ہوئے اور اجازت طلب کرکے قصیدہ پڑھا۔ جب یہ قصیدہ پڑھ چکے تو شیخ الاسلام نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو شیخ الاسلام نے خاص خاص اشعار کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مشائخ شعر کم سنا کرتے ہیں پھر بالخصوص

وہ اشعار جو اپنی تعریف میں ہوں۔ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام کا اپنی مدح کے اشعار سننا اور پھر اُن پر اظہار استحسان فرمانا آپ کے کمال کی دلیل روشن ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ الاسلام نے شاعر سے دریافت فرمایا کہ آخر تمہارا مطلب کیا ہے۔ عرض کیا غربت کی وجہ سے پریشان ہوں والدہ ضعیفہ ہیں اُنکی خدمت بھی کرتا ہوں شیخ نے فرمایا اچھا جاؤ شکرانہ لاؤ شمس دبیر اُٹھے اور پچاس یا کچھ کم و بیش جیتل لیکر پھر حاضر ہوئے۔ فرمایا اسے تقسیم کرو جب تمام جیتل تقسیم ہو چکے تو شیخ الاسلام نے دعائے خیر کی۔

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام کسی سے شکرانہ لانے کی نسبت فرماتے تھے تو وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتا چنانچہ اس واقعہ کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ شمس دبیر سلطان غیاث الدین کے بیٹے کے منشی ہو گئے اور زمانہ نے اُن کے ساتھ بہت کچھ موافقت کی لیکن افسوس کہ شمس دبیر نے شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد آپ کے اہل بیت اور فرزندوں کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا یہ بھی ممکن ہے کہ شاید اُنہیں کسی نے فرزندان شیخ الاسلام کی نسبت آگاہ نہ کیا ہو۔

سفارش نامہ شیخ الاسلام کی ذات اقدس کو مبدء فیاض کیجانب سے وہ جود اور فیاض طبیعت عطا ہوئی تھی کہ جو شخص آیا وہ ظاہری اور باطنی مدد لیکر واپس ہوا۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو ظاہری تدبیر کو دنیا کی عزت کا بہت بڑا سبب سمجھتے تھے۔ چنانچہ کثرت کے ساتھ ایسے حاجتمند بھی آتے جو شیخ الاسلام کی شہرت کمال سے واقف ہوتے تھے

اور یہ بھی جانتے تھے کہ بادشاہ اور حکام کو اس بارگاہ عالم پناہ کے ساتھ نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔ اس لیئے وہ اپنی دنیاوی آرزو کو پورا کرنے کے لیے بادشاہ یا حکام کے نام شیخ الاسلام سے سفارش نامہ لکھوا کر لیجاتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے۔ ایک بار ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ سلطان غیاث الدین بلبن کو سفارش نامہ تحریر فرما دیجئے پس جو سفارش نامہ شیخ الاسلام نے تحریر فرمایا۔ اُس کی عبارت یہ تھی۔

رفعت قصتہٗ الی اللہ ثم الیک فان اعطیتہٗ شیئًا فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئًا فالمانع ھو اللہ وانت المعذور	اس کا حال میں پہلے اپنے خدا کے سامنے پھر تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں اب اگر تم نے اس شخص کو کچھ دیا تو دینے والا اصل میں خدا ہے لیکن شکر تمہارا ہی کیا جائیگا۔ اور اگر تم نے اسے کچھ نہیں دیا تو روکنے والا اصل میں خدا ہے اور تم معذور ہو

عفو و تحمل ایک بار شیخ المسلمین سخت علیل ہوئے۔ اور اشتہا بالکل ساقط ہوگئی کئی دن تک آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ فرزندان اور اہل قرابت سخت پریشان تھے آخر طبیب کو بلایا گیا طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ حضرت کو کوئی مرض نہیں ہے علاج کیسے کیا جائے طبیب یہ کہکر لوٹ گیا۔ لیکن بیماری برابر بڑھتی جاتی تھی شیخ الاسلام نے خاص خاص نیازمندوں کو بلوایا۔ کتاب خیر المجالس کی مجلس سی و پنجم[۳۵] کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی دنوں میں حضور محبوب الٰہی دہلی سے حاضر خدمت ہوئے تھے

چنانچہ آپ کو بلوایا گیا جب سب مریدان با اخلاص حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا کہ تم سب جاکر مراقبہ میں مشغول ہو جاؤ اور پروردگار سے دعا کرو کہ مجھے صحت ہو جائے۔ سب نے اسی رات مراقبہ کیا شیخ الاسلام کے فرزند رشید مولٰنا بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان سے کہتا ہے تمہارے باپ پر جادو کیا گیا ہے انہوں نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے کہا کہ جادوگر شہاب کے لڑکے نے پوچھا اس کا ازالہ کیسے ہوگا کہا شہاب ساحر کی گور کے سرہانے بیٹھکر کوئی شخص یہ عبارت پڑھے

ایھا المقبور المبتلی اعلم	اے قبر والے بتلا یہ جان لے کہ تیرے بیٹے نے
ان ابنک قد سحر وا ذیٰ	جادو کیا ہے اور تکلیف پہنچائی ہے پس اس سے
فقل لہ لیکف باسہ عنا و	کہہ دے کہ وہ ہماری طرف سے اس تکلیف کو
الا یلحق بہ ما الحق بنا	روک لے ورنہ جو تکلیف ہمکو پہنچ رہی ہے اسی
	لاحق ہوگی

جب صبح ہوئی مولٰنا بدرالدین سلیمان کو یہ عبارت یاد تہی آپ نے شیخ الاسلام کیجناب میں رات کے خواب کا قصہ عرض کیا۔ فرمایا مولٰنا نظام الدین کو بلاؤ سلطان المشائخ حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ یہ عبارت یاد کرکے شہاب کی قبر کے سرہانے جاکر پڑہو۔ آپنے عبارت خوب یاد کرلی پہر قبرستان کیطرف روانہ ہوئے شہاب اجودھن ہی کا رہنے والا تہا، اور فن سحر میں مہارت کامل رکھتا تہا دریافت کرنے پر اسکی قبر کا پتہ مل گیا محبوب الٰہی سرہانے بیٹھکر وہی کلمات پڑھنے لگے سلطان المشائخ نے خواجہ نصیرالدین دہلوی روایتہ فرمایا

کہ شہاب کی قبر کا چبوترہ پختہ بنا ہوا تہا مگر سرہانے سے تہوڑی جگہ پر مٹی پڑی ہوئی تہی حسن اتفاق سے محبوب الٰہی کا دست مبارک اسی جگہ پر پڑا۔ اور مٹی الگ ہوگئی آپ نے اور کریدنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک گڑہا ہوگیا سلطان المشائخ نے خیال فرمایا کہ شاید چبوترہ خام ہے اور اوپر چونہ ہے غرض گڑہا زیادہ ہوگیا۔ آپنے ہاتہ ڈالکر دیکہا تو ایک پوٹلی ہاتہ آئی نکالکر دیکہا تو ایک مورت ماش کے آٹے کی بنی ہوئی تہی اور بہت سی سوئیاں اسمیں چبہی ہوئی تہیں گہوڑے کی دم کے بال اوپر لپٹے ہوئے تھے سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو فوراً اُسے لیکر شیخ الاسلام کیخدمت میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ ایک ایک سوئی نکالو جیسے جیسے سوئیاں نکالی جاتی تہیں سرعت کے ساتہ بیماری کم ہوتی جاتی تہی۔ تہوڑی دیر میں سب سوئیاں نکال لیں اور مورت کو توڑ کر پانی میں ڈالدیا۔ اور شیخ الاسلام کو صحت حاصل ہوگئی۔

فوائد الفوائد جلد چہارم کی مجلس ششم میں حضور محبوب الٰہی سے روایت ہے کہ والی اجودھن کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُسنے کہلا بہیجا کہ اگر آپ فرمائیں تو اس گروہ کو سزا دیجائے جس نے ایسا کیا ہے لیکن شیخ الاسلام نے باوجود علم حال کے جواب میں فرمایا کہ مینے اُن لوگوں کو معاف کیا تم بہی اُن سے درگذر کرو۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

اسیطرح شیخ الاسلام کی شان عفو و تحمل کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ مجلس مبارک میں ایک بار ایک پیر مرد اپنے بیٹے کے ساتہ حاضر ہوا۔

شیخ الاسلام نے جب پیر مرد کو نہیں پہچانا تو پیر مرد نے یاد دہانی کے طور پر عرض کیا کہ
ایک مرتبہ میں حضرت قطب الاقطاب قطب الملت والدین کی خدمت میں حاضر ہوا
تھا تو میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔ یہ سنکر شیخ الاسلام نے اُسے پہچان لیا۔
اسی اثنار میں اُس بوڑھے کا بیٹا شیخ الاسلام سے کسی مسئلہ میں حجت کرنے
لگا۔ شیخ الاسلام ہر چند نرمی اور ملائمت سے جواب دیتے تھے لیکن وہ شوخ اور
گستاخ سخن پیر دری کے نشہ میں حدادب سے باہر ہوکر بے باکانہ گفتگو کرنے لگا
یہاں تک کہ شیخ الاسلام کی آواز مبارک بھی کسیقدر بلند ہوگئی۔ محبوب الٰہی فرماتے
ہیں کہ اِس وقت میں اور شیخ الاسلام کے فرزند رشید مولٰنا شہاب الدین
دونوں دروازہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے جب شیخ الاسلام کی آواز مبارک
اور لڑکے کا گستاخانہ شور ہمارے کانوں میں پہنچا تو دونوں کے دونوں اندر
آئے اور مولٰنا شہاب الدین نے آتے ہی ایک دھپ رسید کیا دھپ
کھاتے ہی لڑکے کے حواس جاتے رہے اور وہ اُٹھ کر اُنسے گریبان گیر ہونا
چاہتا تھا کہ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے علیحدہ کر دیا۔ اب شیخ الاسلام کی ذات
سراپا رحمت کی شان خطا بخشی کے قربان ہونا چاہیئے ارشاد ہوتا ہے کہ آپسمیں
صفائی کر لینا مناسب ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں مولٰنا شہاب الدین گئے
اور کچھ نقدی لاکر دونوں باپ بیٹوں کو دی اور وہ دونوں خوش ہوتے
ہوئے چلے گئے۔ انتہیٰ

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

شان کرم و پرورش پذیری محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ اجودھن میں ایک عامل تھا لیکن والی اجودھن سے بیزار تھا اس لئے کہ والی اجودھن کے خیالات اُس کی جانب سے اچھے نہیں تھے بلکہ وہ ہمیشہ عامل کو ستاتا رہتا تھا ایک بار یہی عامل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور شیخ الاسلام سے سفارش کی درخواست کی آپ نے ایک آدمی والی اجودھن کے پاس بھیجا۔ اور زبانی سفارش کردی اتفاقاً والی اجودھن کسی کام میں مصروف تھا شیخ الاسلام کے آدمی کیجانب کچھ توجہ نہیں کی آدمی واپس آیا اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔ شیخ الاسلام نے عامل سے فرمایا کہ میں نے تمھارے حاکم کو کہلا بھیجا تھا لیکن اُسنے کوئی شنوائی نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ یا ایسا ہوا ہے کہ تم سے بھی کسی نے کوئی سفارش کی ہوگی اور تم نے بھی نہ سنی ہوگی۔ عامل چلا گیا۔ تھوڑے دن کے بعد والی اجودھن حاضر خدمت ہوا۔ اور معذرت کرنے لگا کہ آپ کا آدمی آیا تھا لیکن میں فلاں کام میں مصروف تھا اور مجبور تھا کہ آدمی سے مل سکوں معاف فرمایئے شیخ الاسلام نے خندہ پیشانی کے ساتھ معذرت قبول فرمائی۔

اسیطرح شیخ الاسلام کے ایک نواسے تھے محمد نام تھا لیکن سب اُن کو ممن کہا کرتے تھے۔ ایک گانوں میں رہتے تھے۔ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اُن کی نسبت شیخ الاسلام کیجناب میں لوگوں نے یہ عرض کیا کہ وہ شراب پیتے ہیں قصہ مختصر یہ ہے کہ جب وہ شیخ الاسلام کیخدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کیا تم شراب پیتے ہو اُنھوں نے عرض کیا

کہ حضور میں نے تو شراب کی صورت بھی نہیں دیکھی کہنے والے نے آپ سے بالکل غلط
کہا ہے شیخ الاسلام کی شانِ عفو دیکھو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا تم سچ کہتے ہو۔ لوگ
جھوٹ کہتے ہوں گے۔ اِس کے بعد حسب دستور آپ اپنے گفتگو میں مشغول ہو گئے۔

بخشش و عطا
ایک مرتبہ حاکمِ ملتان واوچہ نے اپنے پیش امام مولنا عارف
نامی کے ہاتھ کچھ نقدی بھیجی کہ تم دہلی جا رہے ہو راستہ میں
اجودھن قصبہ میں ٹھہرنا اور شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں حاضر ہو کر
قدمبوسی کے بعد یہ دو سو روپیہ میری طرف سے نذر کر دینا۔ مولنا عارف جب
اجودھن کے قریب پہنچے اُن کے دلمیں خیال آیا کہ حاکم نے نہ تو رقعہ بھیجا ہے
جس میں روپیہ کی کوئی صراحت ہو نہ شیخ الاسلام سے رسید لکھوانے کیلئے
حکم دیا ہے جس سے روپیہ کی تعداد کا علم ہو سکے ظاہر ہے کہ صرف مجھپر
اعتبار کیا گیا ہے اب اگر میں اِسمیں نصف رقم شیخ کو نذر دوں اور نصف
اپنے صرف میں لاؤں تو کون دیکھنے والا ہے اور حاکم کو میری اس خیانت
کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ یہ سوچکر مولنا نے سو روپیہ اپنی جیب میں ڈالے
اور سو روپیہ شیخ الاسلام کی جناب میں نذر پیش کر دیئے۔ شیخ الاسلام نے
نذر قبول فرمائی اور پھر مسکرائے فرمایا کہ مولنا عارف تمنے برادری کا
حق بہت صحیح طور پر ادا کیا۔ کہ نذر کی رقم کے دو حصے کر لئے مولنا عارف غیرت سے
زمین میں گڑ گئے بالآخر دبی زبان سے بولے کہ اس مولنائے مغلوب کی
ہمت اہل سلوک کی ہمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ عرض کر کے وہ سو روپیے
بھی جیب سے نکالکر سامنے رکھدیئے آپ نے فرمایا یہ تمہیں کو دیئے تاکہ اِس پروانہ

تعلق میں نقصان نہ واقع ہو۔ مولنا عارف یہ کرم اور کرامت دیکھ کر فوراً بعیت ہو گئے اور اپنے پاس کے نقد و جنس کو درویشوں پر ایثار کر دیا۔

درویشوں کی خدمت جہاں شیخ الاسلام کی طبیعت میں عفو و تحمل رافت و مہربانی۔ جود و کرم کی تمام صفتیں موجود تھیں وہاں مردان خدا کی خدمت کا خیال بھی آپ کو ہمیشہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقع ہے کہ شہر کی جامع مسجد میں ایک صاحبدل درویش کو دیکھا کہ فاقہ سے ہیں شیخ الاسلام فوراً گھر تشریف لائے۔ اتفاق سے اس روز مکان میں صرف تھوڑی سی جوار کے سوائے اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ اسی جوار کو آپ نے خود پیسا پھر ایک روٹی تیار کی۔ اور لاکر درویش کے سامنے رکھدی۔ وہ درویش بہت خوش ہوئے اور دل سے دعائیں دیتے رہے۔

استغراق شیخ الاسلام کے استغراق و مشغولیت کی عجب حالت تھی سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نظام الدین شیخ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادے تھے اور حضرت شیخ ان سے بہت محبت فرماتے تھے ان کی شوخیوں کا بھی خیال نہیں فرماتے بلکہ ہنستے تھے جب شیخ نظام الدین ایک لشکر میں ملازم ہو گئے۔ تو ایک بار ایک شخص کی زبانی انہوں نے شیخ الاسلام کی خدمت میں سلام نیاز کہلا بھیجا۔ جب وہ شخص خدمت شیخ میں حاضر ہوا تو اسنے عرض کیا کہ مخدوم زادہ نظام الدین نے حضرت کی خدمت سلام نیاز عرض کیا ہے شیخ الاسلام نے نہیں پہچانا۔ پوچھا کس نے سلام کہا ہے اسنے پھر وہی الفاظ کہے مگر شیخ الاسلام نے پھر بھی نہیں پہچانا۔

دیکھو یہ وہی نظام الدین ہیں جنکی نازبرداری شیخ الاسلام نے ہمیشہ فرمائی حتٰے کہ اپنا جانشین و وارث خاص اور نائب و خلیفہ مجاز بھی انہی نظام الدین کو بنانا چاہتے تھے۔ مگر محبوب حقیقی کی یاد میں آپ کو اس قدر شغف و انہماک تھا کہ ایسے محبوب فرزند کو بھی نہ پہچان سکے۔

صبر و رضا ایک مرتبہ حرم محترم نے عرض کیا کہ فلاں فرزند رشید بھوک کی تو سے ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا بیچارہ مسعود چہ تواں کردیعنی بیچارہ مسعود کیا کر سکتا ہے۔ اگر مشیت الٰہی یہی ہے تو پاؤں میں رسی باندھکر باہر ڈال دو۔ اللہ اکبر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکے استقلال کے مقابلہ میں گویا مصائب و تکالیف کی کوئی حقیقت ہی نہیں تھی۔ اور اسی کا نام رضا ہے جو صبر سے بدرجہا۔ اعلٰی مقام ہے +

اظہارِ حق اور کتمان کرامت فوائد الفواد جلد چہارم کی ایک مجلس میں مرقوم ہے کہ ایک بار شیخ الاسلام کے برادر خورد نجیب الدین متوکل نے شیخ الاسلام سے دریافت کیا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ جب آپ نماز پڑھتے ہیں اور پھر آپ کہتے ہیں کہ یارب تو لبیک عبدی کی ندا سنتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت خضر آپ کے پاس آتے جاتے ہیں فرمایا نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مردانِ غیب آپ کے پاس آمد و شد رکھتے ہیں شیخ الاسلام نے اس کی نفی نہیں فرمائی۔ مگر یہ فرمایا کہ تم بھی تو ابدال میں سے ہو۔ معلوم ہوا شیخ الاسلام کے پاس ابدال ضرور

آتے جاتے تھے جس کا اقرار آپ نے کس عمدہ پیرایہ میں فرمایا ہے۔ اور پہلے دو سوالوں کا انکاری جواب میں آپ نے ذرہ برابر تامل نہیں فرمایا اور اظہار حق کی یہ ایک بڑی دلیل ہے۔

سماع شیخ الاسلام والمسلمین کو سماع سننے کا بیحد شوق تھا۔ آپ کے آوازۂ کمال اور شہرۂ جود و کرم کا چرچہ سنکر عقیدت و ارادت علم لیئے ہوئے دُور دور کے قوال آتے تھے اور مجلس سماع گرم ہوتی تھی۔ سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام کو سماع سننے کا خیال ہوا اور مجلس میں کوئی گانے والا موجود نہیں تھا۔ آپ نے مولانا بدرالدین اسحٰق کو حکم دیا کہ قاضی حمیدالدین ناگوری نے جو خط بھیجا ہے لے آؤ۔ مولانا نے ایسے بہت سے رقعہ ایک ہی خریطہ میں جمع کر رکھے تھے۔ خریطہ میں جیسے ہی ہاتھ ڈالا تو یہی مکتوب مطلوب ہاتھ آیا۔ بدرالدین اسحٰق یہ خط لیکر فوراً ہی خدمت میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں پڑھنا شروع کیا۔ اسمیں لکھا تھا

فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشاں است واز سر و دیدہ خاکِ قدم ایشاں۔

شیخ الاسلام نے ابھی صرف اسقدر سنا تھا کہ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اسکے بعد ہی شیخ الاسلام نے یہ رباعی فرمائی۔

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد ۔۔۔ واں روح کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو راہ برگرفتی ز جمال ۔۔۔ آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

سچ تو یہ ہے کہ اہلِ ذوق مردانِ خدا کا وجد و حال صرف ایک سماع ہی پر موقوف نہیں ہے،

بلکہ طیور کے نغمے پھولوں کی مہک۔ پروانوں کا سوز شمع کا گداز۔ تاروں کی چمک چاند سورج کی دمک، دریا کی روانی موجوں کا اضطراب۔ پہاڑوں کا سکون درختوں کی استقامت۔ شاخوں کا رقص۔ صبح کا سماں۔ شام کا منظر۔ غرض عالم کائنات کی ہر ذرہ کا مشاہدہ اُن کے سامنے محبوب حقیقی کے جمالِ عالم آرا کا ایک صحیح مظاہرہ ہے اور جسے دیکھنے کے بعد اُن کے دل میں تڑپ اُن کی آنکھوں میں آنسو اور اُن کی روح میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی حالت کا نام وجد و کیفیت ہے اور ایسے ہی اصحاب حال سماع سننے کے سبب سے زیادہ جائز حقدار ہیں لیکن پھر بھی بعض لوگ شیخ الاسلام کی مجلس سماع کے مخالف تھے اور وہ چاہتے تھے کہ دنیا سے اِس رسم سوز و گداز کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ سامع کی شخصیت کیا ہے۔ اُنہیں اسکی خبر نہیں تھی کہ شیخ الاسلام کے لئے سماع عین جواز کے حکم میں داخل ہے۔ قاضی اجودھن کا یہ حال تھا کہ وہ آئے دن مسئلہ سماع میں شیخ الاسلام سے الجھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ صرف اِس لئے ملتان گیا کہ وہاں کے علما سے شیخ الاسلام کے خلاف فتویٰ حاصل کرے۔ مگر جب یہ ملتان پہنچا اور اسنے وہاں کے آئمہ و صدور سے کہا کہ کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھکر سماع سنے اور کبھی کبھی اِس مجلس میں رقص بھی ہو۔ آئمہ اور صدور نے پوچھا کہ آخر وہ کون شخص ہے۔ کہا شیخ فریدالدین۔ وہ سب کے سب بولے ہم اُن کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خدا اُن علماء کی تربتوں پر رحمت نازل فرمائے کہ اُنہوں نے سماع کی حلت و حرمت پر فتویٰ دینے سے پہلے یہ پوچھا کہ سننے والا کون ہے۔

سماع اے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

تاکہ اسکی اہلیت اور نااہلیت معلوم کرکے سماع کے جواز و عدم جواز کے متعلق کچھ کہا جاسکے۔ چنانچہ دیکھو سب نے کیسا معقول جواب دیا کہ قاضی اجودھن کو ناکام واپس ہونا پڑا +

ایک خاص کیفیت سلطان المشائخ سے کتاب فوائد الفواد میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ دن بھر شیخ الاسلام اس شعر کو پڑھتے رہے

نظامی اینچہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمیداند زبان درکش درکش

جب شام ہوئی تو افطار کے وقت بھی آپنے اس شعر کی تکرار فرمائی سحر کا وقت ہوا۔ تو اس وقت بھی یہی شعر ورد زبان مبارک تہا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس شعر کی تکرار کے وقت ہر مرتبہ آپ پر ایک نیا حال طاری ہوجاتا تہا۔

واقعہ یہ ہے کہ جس طرح اہل دل شعرا کی قلم سے ایک خاص حالت میں کوئی الہامی شعر نکل جاتا ہے۔ اور وہ اس شعر پر وجد کرنے لگتے ہیں اسی طرح مردان حق بھی کسی خاص کیفیت میں کسی شعر سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اس کا اعادہ ہر بار انمیں ایک دوسرا رنگ پیدا کردیتا ہے۔

احترام شیخ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مین نے شیخ الاسلام کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر صرف ایک مرتبہ اپنے پیرومرشد حضرت قطب الاقطاب کی جناب میں جرأت کی ہے اور

وہ یہ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ سے ایک چلہ کی اجازت چاہی ارشاد ہوا کہ کچھ حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اس سے شہرت پیدا ہوتی ہے اور اپنے اسلاف کا طریقہ نہیں ہے۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ اس فدوی بارگاہ کی نیت شہرت حاصل کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت شیخ خاموش ہو گئے۔

چنانچہ جب کبھی شیخ الاسلام کو یہ واقعہ یاد آجاتا آپ بہت پچھتاتے تھے اور استغفار پڑھا کرتے تھے اور تمام عمر آپ کو اس کا رنج و افسوس رہا کہ آخر پیر و مرشد کی جناب میں اس قدر دلیری اور جرأت کیوں ہوئی۔

مریدوں کی عقیدت شیخ الاسلام کی جناب میں

بارگاہِ شیخ الاسلام کے نیازمندوں کو شیخ الاسلام کی ذات گرامی صفات کے ساتھ عقیدت و نیاز کا جو تعلق و اُنس حاصل تھا اُسکی مثال دنیا بہت کم پیش کر سکتی ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار پیر و مرشد کی مجلس میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ الاسلام کی ڈاڑھی کا بال گر کر آپکی گود میں آگیا ہے۔ میں نے درخواست کی کہ اگر مخدوم عالم یہ بال اس نیازمند کو مرحمت فرمائیں۔ تو فدوی تعویذ بنا کر رکھیگا۔ آپنے فرمایا کہ لے لو۔ میں نے عزت اور احترام کیساتھ اُسے لیکر کپڑے میں لپیٹ لیا اور اپنے ساتھ لے لیا۔

اسی موئے مبارک کی نسبت محبوب الٰہی سے روایت ہے کہ جو بیمار سلطان المشائخ کی خدمت میں تعویذ لینے کے لئے آتا آپ اُسکو یہی موئے مبارک عنایت فرما دیتے وہ چند روز اپنے پاس رکھتا اور جب اچھا ہو جاتا تو واپس دیجاتا۔ بغرض سینکڑوں بیمار اسی موئے مبارک کی برکت سے

اچھے ہوگئے۔ ایک دن سلطان المشائخ کے ایک دوست تاج الدین مینائی کا لڑکا بیمار ہوا وہ سلطان المشائخ سے تعویذ مانگنے کے لئے آئے۔ سلطان المشائخ نے مکان کے تمام طاقوں میں دیکھا لیکن موئے مبارک نہیں ملا۔ آخر تاج الدین مینائی نامراد ہو کر چلے گئے اور اُن کا بچہ اسی بیماری میں فوت ہوگیا۔

• کچھ دن کے بعد پھر ایک شخص تعویذ مانگنے کے لئے آیا اور سلطان المشائخ نے موئے مبارک کو تلاش کیا تو اُسی طاق میں پایا جس طاق میں رکھا رہتا تھا محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ تاج الدین مینائی کے بچے کی زندگی اصل میں ختم ہو چکی تھی اِس لئے موئے مبارک غائب ہوگیا تھا۔

اسیطرح جب شیخ الاسلام حضرت قطب الاقطاب کی رحلت کے کچھ روز بعد رونق افروز دہلی ہوئے اور خرقہ خلافت زیب تن فرما کے قطب الاقطاب کے دولت خانہ میں اقامت فرما ہوگئے۔ اور ابھی دہلی پہنچکر صرف تین روز ہوئے تھے کہ سرہنگا نام ایک شخص ہانسی سے دہلی آئے اور ہر چند کوشش کی کہ مکان میں داخل ہوکر شیخ الاسلام کے دیدار پُر انوار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں لیکن دربان نے اُنہیں مکان میں جانے نہیں دیا۔ ان کی یہ حالت کہ جیسے جیسے اِن کو روکا جاتا تھا اِن کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی۔ مگر بیچارے کیا کرتے مجبور ہو کر دروازے کے باہر بیٹھ گئے۔ آخر ایک دن شیخ الاسلام نے مکان سے باہر قدم رنجہ فرمایا۔ اور یہ دیکھتے ہی قدموں سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔ عرض کیا کہ جب آپ ہانسی میں تھے تو آپ کے جمال عالمتاب سے آنکھیں آسانی کے ساتھ روشن ہوجاتی تھیں۔ اب یہاں آکر آپ کا دیدار بھی شوا

ہوگیا۔ یہ تو ایک فدوی بارگاہ کا جوش عقیدت اور غلبہ محبت تھا مگر اب شیخ الاسلام کی شان رافت و شفقت ملاحظہ کیجئے کہ آپ نے اسیوقت ہانسی کا ارادہ فرما لیا پھر چند عرض کرنے والوں نے عرض کیا کہ آپ کا وجود اقدس پیر و مرشد کا قائم مقام ہے اور پیر و مرشد نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے پھر آپ دوسرے مقام کا عزم کیسے فرماتے ہیں فرمایا۔ شیخ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے۔ جنگل میں بھی وہی نعمت ہے اور بستی میں بھی وہی نعمت بالآخر آپ ہانسی تشریف لے گئے۔

اسی طرح ایک واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام نے اپنے ایک مرید علی نامی کو رخصت فرمایا۔ اور وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصبۂ اجودھن سے باہر نکلے کچھ کوس چل کر ساتھیوں نے ایک مقام پر منزل کی علی واپس اجودھن آگئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہمنے تو تمہیں رخصت کر دیا تھا پھر تم کیوں آئے علی نے عرض کیا راستہ میں لوگوں نے قیام کیا مینے سوچا کہ اتنی دیر میں مخدوم ہی کی خدمت میں رہونگا آخر پھر علی رخصت ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے ملگئے کچھ دور چلکر ساتھیوں نے پھر قیام کیا یہ پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگئے پھر شیخ نے دریافت کیا اور انہوں نے وہی جواب دیا۔ اور کچھ دیر خدمت میں رہ کر پھر رخصت ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے مل گئے پھر ساتھیوں نے ایک مقام پر آرام لینے کے لیے رخت سفر کھولا۔ یہ پھر شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اسدن شیخ الاسلام نے دو روٹیاں منگوائیں اور علی کو عنایت فرما کر رخصت کیا اس مرتبہ علی رخصت ہونیکے بعد پھر نہیں آئے۔

ایک سپاہی محمد شاہ نامی شیخ الاسلام کے سلسلہ ارادت میں داخل تھے

ان کا عجیب حال تھا محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ یہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے شیخ الاسلام کو خواب میں دیکھتے آپ جس ہئیت سے شیخ الاسلام کو خواب میں دیکھتے خواب کی ویسی تعبیر سمجھ لیتے۔ ایک مرتبہ ان کا ارادہ ہندوستان جانے کا ہوا رات کو پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ آپ اجودھن تشریف لیجاتے ہیں محمد شاہ جب بیدار ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے بھی اجودھن میں پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجودھن کی راہ اختیار کی راستہ میں نہایت آرام پایا۔ یہ تو محمد شاہ کی محبت وعقیدت تھی کہ ہر موقعہ پر زیارت پیر و مرشد سے فیضیاب ہوتے تھے۔ لیکن یہ شیخ الاسلام کا لطف و کرم تھا کہ ہمیشہ اُن کی راحت و آسایش کا خیال فرماتے تھے۔

لطیفہ شیخ الاسلام کے مریدان با اخلاص کے حلقہ میں ایک شخص یوسف نامی بھی شامل تھے ایک روز تیور بدل کر عرض کرنے لگے آخر یہ کیا بات ہے دنیا ہے کہ آتی اور اپنی منہ مانگی مرادیں لے کر جاتی ہے حالانکہ سب سے پہلے میں حقدار تھا لیکن اگر کوئی محروم ہے تو صرف یہی نیاز مند ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے، تمہاری قابلیت اور استعداد کی کمی کا قصور ہے ورنہ میں نے تو ہمیشہ چاہا کہ تم کچھ حاصل کر لو۔ شیخ الاسلام ابھی یہی فرما رہے تھے کہ اتفاق سے آپکی نگاہ ایک کمسن بچے پر پڑی آپنے فوراً اسے بلایا سامنے اینٹوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا اسکی جانب اشارہ کر کے لڑکے سے فرمایا کہ اس انبار میں سے ایک اینٹ

ہمارے لیے لے آؤ۔ بچہ گیا اور ایک سالم اینٹ اُٹھا لایا۔ آپ نے پھر حاضرین مجلس میں سے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ ایک اینٹ ان کے واسطے بھی لے آؤ۔ بچہ پھر گیا اور ایک سالم اینٹ پھر لے آیا۔ شیخ الاسلام نے پھر یوسف کی جانب اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ اب ایک اینٹ اِن کے لیے بھی لاؤ۔ لڑکا گیا اور ایک ٹوٹی پھوٹی اینٹ لاکر اُن کے ہاتھ میں دیدی شیخ الاسلام نے فرمایا دیکھا کیا میں نے اس بچے سے بھی کہہ دیا تھا کہ ان کے لئے سالم اینٹ نہ لانا بلکہ ٹوٹی پھوٹی اینٹ لانا۔ یوسف غیرت سے چپ ہو گئے۔

مولٰنا بدرالدین مالک اور آقا کی عظمتِ مرتبت اور عقیدت و ارادت کے نقوش کا اُس کے حلقہ بگوش نیازمندوں کے دلوں پر قایم ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی رفعت شان کو ملاحظہ کرو کہ مریدین و معتقدین کو آپ کی ذات قدسی صفات کے ساتھ عقیدت و نیازمندی کا جو تعلق تھا وہ تھا لیکن اسکے علاوہ شیخ الاسلام کے برادران طریقت اور معاصرین بھی اسی نوع کی محبت و عقیدت کا دل سے اظہار کرتے تھے واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ چنانچہ شیخ الاسلام کے برادر طریقت حضرت مولٰنا بدرالدین غزنوی نے شیخ الاسلام کی خدمت میں ایک عریضہ نیاز ارسال کیا۔ اور اِس مکتوب کے آخر میں شیخ الاسلام کی مدح کے کچھ اشعار بھی حوالہ قلم فرمائے سلطان المشائخ کو صرف یہ دو شعر یاد رہ گئے:

درینا خاطرم گر جمع بودے ۔۔۔ بمدحش کردمے گوہر فشانی
فرید دین و ملت یار رہبر ۔۔۔ کہ بادش در کرامت زندگانی

اجمیر شریف کی حاضری

یہ حکایت نقل و روایت کے مدارج طے کرتے ہوئے مرتبہ شہرت تک پہنچ چکی ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے ہیں' چنانچہ کتاب جواہر فریدی اور اس کے علاوہ دوسری بعض کتب میں مرقوم ہے کہ شیخ الاسلام کئی بار اجمیر شریف رونق افروز ہوئے ہیں۔ اور بیشمار برکتیں اور سعادتیں حاصل فرمانے کے بعد واپسی عمل میں آئی ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ کس سن میں کس مقام سے سفر فرما کر اجمیر شریف میں ورود فرمایا۔

جس زمانہ میں شیخ الاسلام اجمیر شریف پہنچے اسوقت سلطان الاولیاء حضرت غریب نواز کو دنیا سے وصال فرما کر کچھ سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اسوقت جو خطہ زمین اجمیر شریف کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی آبادی ایک گاؤں سے ہرگز زیادہ نہیں تھی۔ مزار اقدس ایک حجرہ میں تھا اور حجرہ کے گرداگرد کچھ میدان چھوڑ کر ز قوم کے درخت حدبندی کے لئے کھڑے ہوئے تھے اس قدرتی چہار دیواری سے باہر شرقی جانب فدیانِ خاص خدامِ درگاہ کے رہنے کی کچھ جھونپڑیاں تھیں جنکا مشغلہ شب و روز خدمتِ مزار پر انوار اور زراعت و کاشتکاری کے سوائے اور کچھ نہیں تھا۔ آبادی شہر بالائے قلعہ تھی۔

جب شیخ الاسلام اس مقام پر پہنچے تو آپ کی وضع اور قطع بالکل درویشانہ تھی لباس مبارک دریدہ اور گرد سفر کیوجہ سے کثیف تھا۔ اس لیئے خاک نشینانِ آستانہ اجمیر شریف کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ یہی درویش صفا کیش

دین و دنیا کا بادشاہ خاندانِ چشت کا تاجدار دولتِ فقر کا مالک نعمتِ خلافت کا وارث اور ہمارے خداوند نعمت کا جانشین و قائمقام ہے۔ لیکن اِس خرقہ پوشی کی حالت میں ہی آثارِ کرامت و بزرگی سیمائے روشن سے ضرور ظاہر ہوتے تھے۔ القصہ جب شیخ الاسلام کو رہتے رہتے کچھ دن گذر گئے اور استفسارِ باصرار کے بعد سب کو یہ معلوم ہو گیا کہ شیخ مسعود فریدالدین آپ ہی ہیں تو اکثر حضرات نے سعادت بیعت حاصل کی اور خدمتِ اقدس کو اپنی عزت سمجھکر انجام دیا۔

افسوس کہ مزید حالات کا پتہ نہیں چلتا ورنہ شاید تفصیل کے ساتھ شیخ الاسلام کی حاضری اجمیر کا حال بیان کیا جاتا۔ شکر ہے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ زبانی روایات کی بدولت معلوم ہوا ہے۔

موجودہ زمانہ میں وہ مقام جہاں آپنے چلہ کشی فرمائی تھی ایک حجرہ کی صورت میں آستانۂ اقدس کی مسجد صندلخانہ کی پشت پر اب تک موجود ہے۔ اور ہر سال محرم الحرام کی پانچویں تاریخ کو بعد مغرب کچھ گھنٹہ کے لئے کھلتا ہے ورنہ سال بھر یہ حجرہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔

مجاہدہ و ریاضت

شیخ الاسلام کے مجاہدہ و ریاضت کا کیا بیان ہو سکتا ہے اِس لئے کہ جس مادرِ مہربان کے آغوشِ عاطفت میں آپنے تربیت پائی تھی وہ خود مجاہدہ و ریاضت کی سراپا تصویر تھی۔ اور زہد و اتقا میں آپ اپنی مثال۔ چنانچہ شیخ الاسلام کو بھی بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا جو شوق پیدا ہوا تھا وہ صرف اپنی محترم اور بزرگ ماں کی صحبت اور تربیت کا فیض و اثر تھا پھر جیسے جیسے مجاہدہ و ریاضت میں شیخ الاسلام کو

ایک نئی لذت ملتی گئی شوق میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک اگر آج یہ کہا جائے کہ شیخ الاسلام کی مبارک زندگی کا کوئی لمحہ مجاہدہ و ریاضت سے خالی نہیں تھا تو بالکل بجا ہے۔ ایسی حالت میں شیخ الاسلام کے مجاہدہ و ریاضت کا بیان اگر کیا جائے تو ایک مبسوط دفتر ہو جائے۔ اس لیے ہم صرف دو تین واقعوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

روزہ طے شیخ الاسلام نے اپنے پیر و مرشد کی جناب سے اجازت مجاہدہ چاہی ارشاد ہوا روزہ طے رکھو۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے تعمیل ارشاد میں روزہ طے کی نیت کی اور تین دن تک کوئی چیز نہیں کھائی تین دن کے بعد افطار کے وقت ایک شخص کچھ کھانا لایا شیخ الاسلام نے سمجھا کہ شاید مردانِ غیب سے ہے آپ نے کھانا لے لیا اور افطار اسی سے فرمایا۔ ابھی افطار فرما کر کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شیخ الاسلام کی نظر مبارک سامنے کے درخت پر پڑی دیکھا کہ ایک شاخ پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے اور ایک مردار جانور کے گوشت کی بوٹی اس کے منہ میں ہے اس کریہہ منظر کے مشاہدہ سے کراہت پیدا ہوئی اور فی الفور قے ہوئی۔ کھایا ہوا سب نکل گیا معدہ بالکل پاک ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پورا واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا کہ مسعود تم نے شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ وہ کھانا تمہارے پیٹ میں نہیں رہا۔ اب پھر تین دن کا روزہ رکھو آپ نے پھر نیت کی تین دن گزر کر اور پورے تین دن ہو گئے لیکن کوئی

شخص کھانا نہیں لایا۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور غلبۂ ضعف اور حرارتِ گرسنگی سے دم گھٹنے لگا۔ شیخ الاسلام نے زمین پر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بھوک کی شدت تھی کنکریاں ہاتھ میں آئیں تو وہی منہ میں ڈال لیں خدا کی شان وہی کنکریاں شکر کی ڈلیاں ہوگئیں۔

سنگ در دست تو گہر گردد
زہر در کام تو شکر گردد

شیخ الاسلام نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو دل میں خیال آیا شاید یہ بھی کوئی فریب ہے آپ نے منہ سے وہ کنکریاں نکال پھینکیں۔ دوسری بار پھر بھوک سے بیتاب ہوکر کنکریاں منہ میں ڈالتے ہی مصری کی ڈلیاں ہوگئیں آپ نے پھر منہ سے باہر نکال دیں غرض جب چند مرتبہ یہی ہوا تو آخر آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ جو کھانا غیب سے پہنچے وہی تناول کرنا معلوم ہوتا ہے کہ غیب سے یہی شکر عنایت ہوئی ہے۔ جب دل میں یہ خیال آیا تو آپ نے وہ شکر نوش جان فرمالی۔ دوسرے دن شیخ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی رات کا سارا ماجرا عرض کردیا۔ شیخ نے فرمایا اچھا کیا کہ تم نے اس شکر سے افطار کرلیا۔ صاحب سیرالاولیا کا بیان ہے کہ اسی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کے بعد آپ کا لقب گنج شکر مشہور ہوا۔

چلّہ معکوس ایک مرتبہ پیر و مرشد حضرت قطب الاقطاب کا ارشاد ہوا مسعود چلّہ معکوس کی ریاضت کرو شیخ الاسلام چلّہ معکوس کی حقیقت سے واقف نہیں تھے۔ لیکن حضرت شیخ کے رعب سے

دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی آخر آپنے برادر حقیقت مولٰنا بدرالدین غزنوی
کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ چلہ معکوس کیا ہے آخر مولٰنا بدرالدین
نے حضرت شیخ سے چلہ معکوس کی نسبت دریافت کیا حضرت شیخ نے فرمایا
چالیس دن کوئیں میں اُلٹا لٹک کر یاد الٰہی میں مصروف رہنے کا نام چلہ معکوس
ہے شیخ الاسلام کو اب اطمینان ہوگیا۔ اور چلہ معکوس کا مصمم ارادہ فرمالیا
لیکن خیال یہ پیدا ہوا کہ پوشیدہ مقام ہو تو بہتر ہے جب شہر دہلی میں ایسا
کوئی مقام نہیں ملا تو ہانسی تشریف لے گئے یہاں بھی کوئی مقام ایسا نہیں
ملا جو حسب خواہش ہوتا شیخ کا مقصد یہ تھا کہ کنواں مسجد میں ہو اور کنوئیں
پر ایک درخت بھی ہو جس کی شاخ میں رسی باندھکر اس میں لٹک سکیں
تیسری بات یہ تھی کہ مسجد میں ایک شخص کے سوائے کوئی دوسرا شخص رات
کو نہ رہتا ہو اور یہ شخص ایسا دیندار اور متقی ہو کہ اُسے محرم راز بنایا جاسکے
تاکہ بعد عشاء وہ کنوئیں میں لٹکا دے اور فجر کی نماز سے پہلے پہلے کنوئیں
سے باہر نکال لے اور اِس واقعہ کا کبھی پر اظہار نہ کرے تاکہ راز آشکارا نہو جائے
آخر شیخ الاسلام خطہ اوچہ میں وارد ہوئے۔ وہاں مسجد میں کنواں بھی تھا
کنوئیں پر درخت بھی تھا اور موذن بھی ایسے تھے جو درویشوں کی بہت
سی صحبتیں دیکھ چکے تھے اور خود بھی درویش تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ
ہانسی کے رہنے والے تھے اور شیخ الاسلام سے پہلے ہی خلوص و ارادت
رکھتے تھے۔ غرض شیخ الاسلام نے اِس مقام کو پسند فرمایا۔ اور کچھ دن قیام
کرکے مسجد کے موذن خواجہ رشید الدین مینائی سے اور زیادہ محکم و استوار

تعلقات پیدا کر لئے جب آپ کو یقین ہوگیا کہ میرے راز کو یہ کسی پر فاش نہیں کریں گے تو ایکدن اُسنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اور چالیس دن تک روزانہ بلاناغہ یہی حالت رہی کہ نماز عشا کے بعد جب تمام نمازی مسجد سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مکانوں میں چلے جاتے تو خواجہ رشید الدین شیخ الاسلام کے پائے مبارک میں رسی باندھکر آپ کو الٹا لٹکا دیتے اور رسی کا دوسرا سرا درخت کی شاخ سے باندھ دیتے۔ اور صبح نمازیوں کے آنے سے پہلے ہی آپ کو کنوئیں سے نکال لیتے غرض جب چلہ پورا ہوا تو پھر آپ خدمت شیخ میں حاضر ہوگئے۔

مرض الموت

انتقال فرمانیسے کئی ماہ پہلے خُلّہ کی بیماری شیخ الاسلام کو لاحق ہوئی۔ اور روز بروز درد و تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا خُلّہ ایک ایسی بیماری ہے کہ بدن میں سوئیاں سی چبھتی معلوم ہوتی ہیں مختلف علاج ہوئے متعدد تدبیریں اختیار کی گئیں مگر نہ کوئی علاج کارگر ہوا نہ کوئی تدبیر سودمند ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ یہی آخری مرض تھا۔ اور طائر روح مبارک عنقریب قفس عنصری سے پرواز کرنے والا تھا۔ مریدان خاص و معتقدین باخلاص نیز فرزندان گرامی قدر تیمارداری میں ذرات مصروف رہتے تھے۔ اب تم یہ سمجھتے ہوگے کہ شیخ الاسلام کی تیمارداری رئیسانہ اور امیرانہ طریقہ پر انجام پائی ہوگی اور راحت و آرام کے تمام لوازمات موجود ہوں گے ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ دلوں کی اقلیم پر حکمرانی کرنے والا وہ بادشاہ جسکے آستانے پر تاج و تخت رکھنے والوں کے سر جھکتے تھے۔ جب بیمار ہوا تو اسی طرح بیمار ہوا جس طرح مردان خدا صبر و رضا کے امتحان و آزمایش

میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یعنے خدا نے سب کچھہ دیا تھا اور اشارہ چشم پر تمام ساز و سامان مہیا ہو سکتے تھے مگر یہ سب کچھہ ہوتے ہوئے شیخ الاسلام نے اسباب دنیا میں سے کسی چیز کا خیال تک نہیں فرمایا۔ اور عجز و انکساری۔ غیرت و مفلسی ہی کو عزیز تر سمجھا۔ محبوب الٰہی فرماتے ہیں۔ کہ صرف ایک کمبل تھا جو شیخ الاسلام کی چارپائی پر بچھا ہوتا تھا۔ اور کمبل اس قدر چھوٹا تھا کہ پائیں کیطرف سے چارپائی کھلی رہ جاتی تھی۔ جسپر ایک دوسرا ٹکڑا ڈال دیا جاتا تھا۔ اور جب آپ اس ٹکڑے کو اوڑھ لیتے تھے تو پائیں کیطرف سے چارپائی کھلی رہتی تھی۔ اور حضرت قطب الاقطاب کا وہ عصا جو شیخ الاسلام کو عطا ہوا تھا شیخ الاسلام کے سرہانے رہتا اور آپ اسی کا تکیہ لگاتے۔ اور اکثر اسے چومتے رہتے تھے۔

بہرحال بیماری میں تخفیف کے بجائے جب رفتہ رفتہ ترقی ہی ہوتی گئی تو شیخ الاسلام نے بعض نیازمندان خاص کو طلب فرمایا۔ اور حکم دیا کہ سب لوگ فلاں مقام (مقابر شہدا) پر جاؤ اور میرے لئے دعا کرو چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب لوگ اس مقام پر گئے اور اپنا اپنا کھانا ساتھہ لیتے گئے۔ رات بھر اس مقام پر رہے اور تھوڑی دیر کے لئے بھی دعا سے غافل نہیں ہوئے جب رات کی تاریکی زائل ہوئی اور آفتاب عالمتاب افق شرق سے برآمد ہوا۔ تو سب لوگ پھر خدمت شیخ میں حاضر ہوئے۔ اور سب نے عرض کیا کہ پیر و مرشد کے ارشاد کے بموجب ہم سب فدویان بارگاہ رات بھر اس مقام پر دعا میں مصروف رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے شیخ الاسلام نے کچھہ دیر تامل کیا پھر فرمایا کہ تمہاری دعا سے مجھہ میں

صحت کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کا جواب
ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ایک دوست علی بہاری نے جو مجھ سے ذرا
نیچے کھڑے ہوئے تھے عرض کیا۔ ما ناقصانیم و ذات مبارک شیخ کامل دعا
ناقصاں درحق کاملاں کجا مستجاب شود۔ یعنے ہم لوگ ناقص ہیں اور پیر و مرشد
کی ذات اقدس کامل ہے۔ بھلا ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کیسے
قبول ہوسکتی ہے۔ چونکہ علی بہاری نے پیر و مرشد کے رعب و داب مشیخت
کیوجہ سے یہ الفاظ کسیقدر آہستگی کے ساتھ عرض کئے تھے۔ اس لیے شیخ الاسلام
کے گوش حق بنوش تک یہ جملہ نہ پہنچ سکا۔ لیکن اسی جملہ کو سلطان
المشائخ نے دُھرا کر شیخ الاسلام کے سمع مبارک تک پہنچا دیا۔ شیخ الاسلام نے
سلطان المشائخ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ من از خدا خواستہ ام کہ ہر چہ تو از
خدا بخواہی بیابی۔ یعنی میں نے خدائے برتر سے یہ دعا مانگی ہے کہ جو تم خدا
سے چاہوگے وہی پاؤگے۔ پھر شیخ الاسلام نے اپنا عصا سلطان المشائخ
کو عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا لیکن مرض برابر بڑھتا
جاتا تھا مجبوراً اطبا کے مشورہ سے حکم قرآنی کے مطابق رمضان شریف
کے روزے نہیں رکھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام کی خدمت
میں خسر پزہ پیش کیا تھا۔ محبوب الٰہی تلاش کر پھانکیں آگے رکھتے جاتے
تھے اس اثنا میں شیخ الاسلام نے ایک پھانک سلطان المشائخ کو
عنایت فرمائی۔ سلطان المشائخ نے دلمیں سوچا کہ یہ پیر و مرشد کا عطیہ
ہے اسے ضرور کھا لینا چاہیئے پھر کفارے میں مسلسل ساٹھ روزے رکھلونگا

یہ سوچکر آپ نے کہا نیکا ارادہ ہی کیا تھا کہ شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا مولٰنا نظام
ہمیں تو بیماری کی وجہ سے افطار روزہ کی اجازت ہے لیکن تم کس لیے روزہ
توڑتے ہو۔ کچھ دن بعد شوال کا مہینہ آیا۔ تو ایک دن شیخ الاسلام
نے سلطان المشایخ کو بُلایا۔ اور ظاہری و باطنی تمام نعمتیں عنایت فرماکر
رخصت کیا۔ اور قیام دہلی کی اجازت دی۔ سلطان المشایخ ماہ شوال میں
بموجب ارشاد پیرو مرشد دہلی پہونچکر مسند ارشاد و شیخت پر رونق افروز ہوئے
جب ماہ محرم آیا تو شیخ الاسلام کا مرض اپنے انتہا کو پہنچ گیا۔ ماہ محرم
کی پانچویں شب کا واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام نے عشا کی نماز با جماعت ادا فرمائی
پھر بیہوشی طاری ہوگئی۔ گھڑی بھر کے بعد جب ہوش آیا تو حاضرین سے
پوچھا کیا ہمنے عشار کی نماز ادا کرلی عرض کیا گیا جی ہاں فرمایا لاؤ ایکبار
اور پڑھ لیں سبحان اللہ اس ذوقِ عبادت کے صدقے۔ مقصد یہ تھا
کہ وداع کا زمانہ بالکل قریب ہے یہی آخری نمازیں ہیں جو پڑھ لیجائیں
گی وہی پڑھ لی جائیں گی چنانچہ دوسری بار پھر نماز ادا کی اور بیہوش
ہوگئے کچھ دیر کے بعد جب ہوش ہوا تو پھر وہی سوال فرمایا۔ اور وہی
جواب ملا۔ لیکن شیخ الاسلام نے اس مرتبہ بھی نماز ادا فرمائی اور اب جو
بیہوشی طاری ہوا۔ تو اسی حالت میں رحلت فرمائی۔ ان للہ وانا الیہ
راجعون۔

سنہ وفات صاحب سیر الاولیا نے صفحہ ۱۹ پر شیخ الاسلام کا سن
ولادت ۵۶۹ ہجری اور سن وفات ۶۶۴ھ تحریر فرمایا ہے اور سلطان المشایخ

کے حوالہ سے پچانوے سال کی عمر بتائی ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ کتاب مستطاب فوائد الفواد کی دوسری جلد کی آٹھویں مجلس میں حضرت حسن علا سنجری سلطان المشائخ کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام کا سن مبارک رحلت کے وقت ترانوے سال کا تھا۔ اس کے علاوہ صاحب سیر الاولیاء کے صفحہ ۱۲۳ پر یہ عبارت قلمبند فرمائی ہے۔

سلطان المشائخ بقلم مبارک خود نبشتہ است کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کاتب حروف را بخواند در روز آدینہ بعد از فراغ نماز بست و پنجم ماہ جمادی الاولے سنہ تسع وستین وستمائۃ لعاب از دہن مبارک در دہن کاتب کرد و وصیت فرمود بحفظ کلام اللہ المجید۔

سلطان المشائخ نے خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرمایا ہے کہ پیر و مرشد نے جمعہ کے دن پچیسویں جمادی الاولی ۶۶۹ھ کو نماز کے بعد مجھے طلب فرمایا اور اپنے دہن مبارک کا لعاب میرے منہ میں ڈال کر حفظ کلام اللہ کی وصیت فرمائی۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ۶۶۹ھ میں شیخ الاسلام عالم کائنات میں جلوہ افروز تھے۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان المشائخ سے بسند صحیح یہی دونوں روایتیں ہو سکتیں ہیں پہلے فوائد الفواد کی دوسری لعاب دہن کی روایت جس کی صحت کے متعلق صاحب سیر الاولیا کا یہ بیان کافی ہے کہ یہ روایت سلطان المشائخ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی دیکھی گئی ہے

اب دو صورتیں ہیں یا صاحب سیر الاولیا سے خود تسامح ہوا ہے یا بعد میں

طبع کرانے والوں سے یہ غلطی واقع ہوئی ہے بہر حال جو کچھ بھی قیاس یہ کہتا ہو
کہ سن ولادت وہی صحیح ہے جو صاحب جواہر فریدی نے بتایا ہو یعنی
۵۷۵ھ کیونکہ اب سلطان المشائخ کی روایت کے مطابق جب ترانوے سال
کی عمر تسلیم کیجائے گی تو سن وفات ۶۶۸ھ ہجری قرار پائے گا۔ اور اس وقت
سلطان المشائخ کی اس تحریر کا انکار بھی لازم نہیں آئے گا جس میں آپ نے
فرمایا ہے کہ ۶۶۹ھ میں شیخ الاسلام نے لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا
پس ہمارے حساب سے ۶۶۸ھ کو سن وفات کہنا اقرب الی الصواب ہے۔

تکفین وتدفین

رحلت کے بعد ہی آپ کے فرزندان ارجمندان اور بعض مریدان نیازمندان نے آپ کو غسل دیا سید محمد کرمانی
جو صاحب سیر الاولیاء کے جد امجد تھے اپنے مکان سے ایک سپید چادر لائے
جو جنازہ پر ڈالی گئی۔ نماز جنازہ پڑھی گئی فرزندان ارجمندان نے یہ رائے
ظاہر کی کہ شیخ الاسلام کو شہر کے باہر شہداء کے مقابر کے متصل دفن کیا جائے
چنانچہ جنازہ لیکر سب نے شہر کے دروازہ کا رخ کیا۔ اتفاق دیکھو کہ خواجہ
نظام الدین جو شیخ الاسلام کے محبوب فرزند ارجمند تھے اس وقت موجود
نہ تھے۔ بلکہ بسلسلۂ ملازمت پٹیالہ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے ہمراہ
تھے انہوں نے خواب دیکھا کہ شیخ الاسلام اجودھن میں طلب فرماتے ہیں
چنانچہ صبح اٹھتے ہی آپ نے اجودھن کا راستہ لیا۔ اور اتفاق سے جب
شہر کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور جسکی وجہ سے شہر کا دروازہ بند
ہو چکا تھا شیخ نظام الدین مجبوراً شہر سے باہر ٹھہر گئے جب صبح ہوئی

اور دروازۂ شہر کھلا تو شہر کا رخ کیا جب دروازہ کے قریب پہنچے تو شیخ الاسلام
کا جنازہ سامنے نظر آیا۔ اور اپنے والد بزرگوار پیر و مرشد کی مفارقت کا صدمہ
حاصل ہوا بھائیوں سے پوچھا کہاں دفن کرنے کا ارادہ ہے سب نے کہا مقابر شہدا
میں شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ اگر آپ لوگوں نے شیخ الاسلام کو شہر سے باہر دفن
کر دیا تو آپ لوگوں سے مخلوق کو کوئی علاقہ و تعلق نہیں رہے گا۔ زائرین آئیں
گے اور شہر سے باہر ہی شیخ الاسلام کے مزار انور پر حاضر ہو کر واپس ہو جائیں
گے۔ اس لئے میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ شیخ الاسلام کو شہر میں دفن
کیا جائے۔ چنانچہ جنازہ واپس لایا گیا اور جہاں اسوقت روضۂ مقدسہ ہے
وہاں آپ کو دفن کیا گیا۔

مدفن صاحب سیر الاولیاء محبوب الٰہی سلطان المشائخ کی سند سے بیان فرماتے
ہیں کہ ایک بار ایک شخص شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور
درخواست کی کہ اگر پیر و مرشد کی اجازت ہو تو باہر پانی اور لکڑیاں جمع کر کے
مساکین کیلئے ایک حجرۂ خشتی بنا لیا جائے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سات سال ہوئے
جب سے بندہ مسعودؒ نے یہ نیت کر لی ہے کہ کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھے گا۔ پھر
اسی شخص نے فرزندانِ شیخ کو مجبور کر کے حجرہ بنانے پر آمادہ کر لیا تھا
چنانچہ شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد اسی حجرہ کو توڑ کر شیخ الاسلام کا روضہ
مبارک بنایا گیا۔ اور لحد مبارک کے لئے کچی اینٹوں کی جب ضرورت لاحق
ہوئی تو اسی حجرہ کی اینٹیں کام میں آئیں طیب اللہ مرقدہٗ وجعل حظیرۃ
القدس مثواہ۔ اللھم ارزقنا شفاعتہٗ ومحبتہٗ آمین

یارب العلمین بجاہ سید المرسلین وآلہ
الطاہرین واصحابہ الطیبین واولیائہ الصالحین
(آمین)

کرامات

گنجشکر کا لقب

لقب گنج شکر سے ملقب ہونیکی ایک وجہ اس سے پہلے بیان کیجا چکی ہے جو صاحب سیر الاولیاء نے بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک روز ایک بنجارہ خچروں اور گدھوں پر شکر کے بورے لادے ہوئے شیخ الاسلام کے سامنے سے گزرا۔ شیخ الاسلام نے دریافت فرمایا کہ ان بوروں میں کیا ہے بنجارہ نے ازراہ تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے شیخ الاسلام نے فرمایا اچھا نمک ہی ہوگا چنانچہ بنجارہ نے منزل مقصود پر پہنچکر جب شکر کے بوروں کو کھولا تو سب نمک سے بھرے ہوئے تھے وہ روتا پیٹتا واپس ہوا۔ اور شیخ الاسلام کیخدمت میں حاضر ہوکر معافی چاہنے لگا۔ بہت منت وسماجت کی کہ غلام سے قصور ہوا کہ ان بوروں میں نمک بتایا حالانکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ ان میں شکر تھی للہ کرم کیجئے ورنہ تباہ ہو جاؤنگا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا خیر شکر ہوگی جب وہ شخص واپس ہوا۔ اور بوروں کو کھول کر دیکھا تو سب کو شکر سے بھرا پایا

خان خانان بیرم خاں جو باوجود دنیوی اعزاز و مناصب اور عظمت مرتبت
کے شیخ الاسلام کیجناب سے دلی عقیدت رکھتے تھے انہوں نے اس واقعہ پر
یہ شعر کہا ہے

کان نمک جہاں شکر شیخ بحر و بر
آن کز نمک شکر کند واز نمک شکر

و للہ درمن قال

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید — کز گنجشکر کان نمک کرد پدید
در کانِ نمک کرد نظر گشت شکر — شیریں تر ازیں کرامتے کس نہ شنید

اس کے علاوہ شیخ الاسلام کی بیشمار کرامتیں ہیں اور سچ پوچھو تو
آپ کا وجود اللہ کی آیتوں میں سے ایک روشن آیت تھا اور آپ کا
ہر قول و ہر فعل ایک زبردست اور بین کرامت۔ اب غور کرو کہ ایک دریائے
ناپیدا کنار کی لاتعداد موجوں کو ایک کوزہ میں کیسے بند کیا جا سکتا ہے نہ یہ رسالہ کفایت
کرے گا نہ قلم آخر تک ساتھ دے گا نہ دماغ میں محاسبہ کرنیکی قوت
باقی رہے گی۔ اس لئے صرف چند کرامتیں ذیل میں بیان کیجاتی ہیں۔

خواب میں ورد بتانا فوائد الفواد میں مرقوم ہے سلطان المشائخ
فرماتے تھے کہ میں نے ایک رات خواب میں
شیخ الاسلام کی زیارت کی ارشاد ہوا مولٰنا نظام ہر روز سو مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو
لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہُ الملک ولہ الحمد وھو علی کل
شئی قدیر جب بیدار ہوا تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس ارشاد میں ضرور کوئی

مقصود ہے۔ آخر ایک عرصہ کے بعد میں نے مشائخ کی متعدد کتابوں میں اس ورد کے بیشمار فوائد ملاحظہ کیئے۔

خیال کرنا چاہیئے کہ شیخ الاسلام نے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی آپ نے وابستگان دامانِ کرم کو فراموش نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ روحانی مدد فرمائی۔

جن اصحاب کو کرامات کے مطالعہ کا اور زیادہ اشتیاق ہو وہ فوائد الفواد کا مطالعہ کریں۔ خیر المجالس کو پڑھیں۔

ملفوظات

ترجمہ	فرمودہ
اگر ہے تو غم نہیں اگر نہیں ہے تو غم نہیں	اگر ہست غم نیست وگر نیست غم نیست۔
صوفی وہ ہے کہ تمام چیزیں اس سے صفائی حاصل کریں اور وہ کسی چیز سے مکدر نہ ہو	الصوفی یصفو بہ کل شی ولا یکدرہ شی
نامرادی کا دن عاشقوں کی شب معراج ہے	روز نامرادی شب معراج عاشقان است
جب فقیر نیا لباس پہنے یہ سمجھے	چوں فقیر جامۂ نو پوشد چناں نپندارد

کہ کفن می پوشد	کہ کفن پہنتا ہے۔
آن نماکہ باشی ورنہ باز نماینت چنانکہ باشی	جو کچھ تو ہے وہی ظاہر کر ورنہ لوگ تجھے ویسا ہی ظاہر کریں گے جیسا کہ تو ہے
المباحثۃ بین الاثنین خیرٌ من تکرار السنین	تنہا دو برس تکرار کرنے سے دو شخصوں کا باہمی ایک مباحثہ بہتر ہے۔
الآفۃ فی التدبیر والسلامۃ فی التسلیم	تدبیر میں آفت ہے تسلیم میں سلامتی ہے
العلماء اشرف الناس والفقراء اشرف الاشراف	لوگوں میں شریف تر علما کا طبقہ ہے اور شریفوں میں شریف تر فقرا کا گروہ ہے
الفقیر بین العلما کالبدر بین کواکب السماء	علما کے حلقہ میں فقیر ایسا معلوم ہوتا ہے جس طرح ستاروں میں چودھویں رات کا چاند
انّ ارذل الناس من اشتغل بالاکل واللباس	لوگوں میں سب سے زیادہ رذیل وہ شخص ہے جو کھانے اور پہننے میں مشغول ہوا۔

الکلام مسکر القلوب ان اول الکلام	کلام دلوں کو سرور پہنچانیوالا ہے پس اگر کسی بات کی
و آخرہ ان کان للہ فتکلم و الا فاسکت	ابتدا، اور انتہا محض اللہ کیلئے ہو تو کلام کرو ورنہ چپ

(سیرۃ الاولیا صفحہ ۷۰ تا ۷۷)

نیز صاحب سیرالاولیار کا بیان ہے کہ ایک بزرگ نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر کے پانصد (۵۰۰) کلمے ایک رسالہ میں جمع کئے ہیں چند کلمے درج ذیل ہیں:-

"فرمود"	ترجمہ
باخدائے تعالے باید ساخت که ہمہ بستانند او بدھد وچوں او دھد کس نستاند	خدائے برتر کساتھ معاملہ رکھنا چاہیئے اس لئے کہ سب لوگ لیتے ہیں اور وہ دیتا ہے۔ اور جب وہ دیتا ہے تو کوئی نہیں لے سکتا۔
اجل را در ہیچ جا فراموش مکن	کسی وقت موت کو فراموش نہ کر
پنہانِ خویش بہتر از آشکار دار	اپنا باطن اپنے ظاہر سے اچھا رکھ
منت پندار منت بر کس منہ	احسان مان احسان نہ جتا
ہر چہ کہ دل بہ بدی آن گواہی دہد	جس چیز کی برائی پر دل گواہی دے

از سرآں درگزر	اُس کا خیال فوراً چھوڑ دے۔
بر توانائی تکیہ مکن	اپنی قوت پر بھروسہ نکر
چوں با اہل دولت نشینی دین را فراموش مکن	جب اہلِ دولت کے پاس بیٹھے تو احکام دین کو مت بھول۔
عزت و حشمت در عدل و انصاف دان	اپنی عزت و حشمت عدل و انصاف ہی میں جان۔
بوقت توانگری بزرگ ہمت باش	اپنی مالداری کے زمانہ میں ہمت بلند رکھ
چوں زحمت از خدائے عزوجل بتو رسد دار داز و مگریز	جب خدا کی طرف سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو اُس سے نہ بھاگ
درویش کہ بامید توانگری باشد حریص داں۔	جو درویش کہ مالداری کی اُمید رکھے اُسے لالچی سمجھ
بعیب خویش بینا باش	ہمیشہ اپنے عیوب کو دیکھتا رہ۔

اگر خواہی کہ رسوا نہ شوی لجاج مکن — اگر چاہتا ہے کہ رسوا نہ ہو تو خوشامد نہ کر

اگر ہمہ خلق را دشمن خواہی متکبر باش۔ — اگر تمام دنیا کو اپنا دشمن بنانا چاہتا ہے تو مغرور ہو جا۔

آسودگی خواہی حسد مکن — اگر آسودگی چاہتا ہے تو حسد نہ کر

بیعت مزار سے ممانعت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام کے بڑے صاحبزادے نے حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے پایاں مزار اسر بلند بنوایا۔ رفتہ رفتہ جب یہ خبر شیخ الاسلام کے گوش حق نیوش طیب اللہ مضجعہٗ کے پہنچی تو فرمایا "شیخ قطب الدین خواجہ و مخدوم ماست اما این بیعت درست نباشد ارادت آنست کہ دست شیخ گیرند" — شیخ قطب الدین ہمارے آقا اور مخدوم ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں ہوئی۔ ارادت و بیعت کے تو یہ معنی ہیں کہ کسی شیخ کا ہاتھ پکڑا جائے

خانقاہ سازی کی ممانعت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام کے برادر طریقت حضرت شیخ بدرالدین غزنوی سے نظام الدین خریطہ دار کو بے انتہا عقیدت تھی چنانچہ خریطہ دار نے شیخ موصوف کے لیے ایک خانقاہ بنوائی۔ شیخ بدرالدین اسی خانقاہ میں

بلوس کرتے تھے لیکن کچھ فلاح نہ پائی۔ اس سے لاانہی دنوں میں حساب فہمی کے معاملہ میں نظام الدین خریطہ دار گرفتار ہوا اور اس کے کاروبار میں فتور پڑ گیا جب صورت زیادہ نازک نظر آئی تو شیخ بدرالدین غزنوی نے شیخ الاسلام کیخدمت میں عریضۂ شوق کے ذریعہ عرض کیا کہ جس شخص نے میرے لئے خانقاہ بنوائی تہی وہ آجکل سخت پریشان ہے اور اسکی وجہ سے مجھے بھی پریشانی لاحق ہے۔ دعا کیجئے کہ دونوں کی پریشانی رفع ہو شیخ الاسلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔

ہر کہ بر سیر و سنّت	جو شخص کہ اپنے مشایخ کے طریقہ اور
پیران خود نہ رود	اُن کی عادت کے موافق عمل نہیں
ہمچنیں باشد یعنی چوں	کرتا ہے اُس کا حال یہی ہوتا ہے یعنی
پیران ما را رسم خانقاہ	جب خانقاہ سازی ہمارے پیروں کی
نبود او علیحدہ خانقاہے کند	رسم نہیں تو جو شخص خانقاہ بنا کر امیر
بنشیند از بہا بنیند	بیٹھے گا اسی طرح کے واقعات دیکھیگا۔

شیخ الاسلام کی دعا

سلطان المشایخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام جب کبھی قدوی بارگاہ کے کسی فعل پر اظہار خوشنودی کے خیال سے اسکو دعا دیتے تو ہمیشہ یہی فرماتے ،، خدا تجھے درد عطا فرمائے اور وابستگان دامان کرامت کے دلوں میں اس دعا سے ہمیشہ خطرہ گزرتا تہا۔ مگر جب سلطان المشایخ نے خرقۂ خلافت زیب تن فرما کر قائمقامی کی مسند پر زدنق افروزی فرمائی تو اسوقت فرمایا کہ اب اس درد کی حقیقت معلوم ہوئی

حق یہ ہے کہ ایسے ایک در پر سینکڑوں مسیحائیاں نثار اور مسیحائیاں قربان ہیں۔

"با درد تو خو کردہ حاشا کہ دوا خواہم"

فرزندانِ ارجمند شیخ الاسلام کو پانچ فرزندان ارجمند قدرت نے عطا فرمائے۔ خواجہ نصیر الدینؒ۔ خواجہ شہاب الدینؒ خواجہ بدرالدین سلیمانؒ۔ خواجہ نظام الدینؒ۔ خواجہ یعقوبؒ۔

خلفا شیخ الاسلام کے مریدین کی تعداد کا کیا شمار کیا جاسکتا ہے خلفا ہی کا کوئی حساب نہیں ہے۔ البتہ اعاظم خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل۔ حضرت مولٰنا بدرالدین اسحاق، حضرت قطب جمال الدین ہانسوی، حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین

جہان تا قیامت بنامِ تو باد ‏ فلک با مہ و خور غلامِ تو باد
بکامِ دل و جانِ عشاقِ تو ‏ شرابِ محبت ز جامِ تو باد

۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ
بروز سہ شنبہ

معنی
خاک نشین آستانہ عالیہ
اجمیر شریف

تاریخ السلف

نگاشتہ

مولانا خواجہ معنی

اس کتاب میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے تاریخی صحیح اور محقق حالات درج ہیں اس تصنیف پر ہندوستان کے اکثر اصحابِ قلم نے اپنی مہرِ تصدیق ثبت فرمائی ہے مصنف موصوف کے زورِ قلم، قوتِ اجتہاد، طرزِ تحقیق، اندازِ بیان کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ خواجہ بزرگ کے حالات میں اس تاریخ کا کسی حیثیت سے جواب نہیں پیش کیا جا سکتا۔ کاغذ عمدہ اور نفیس کتابت بہترین اور اعلیٰ [illegible] آئینہ اور دیدہ زیب حجم

(۱۵۶) صفحات قیمت بلا محصول (ایکروپیہ)

سید منظور احمد نائب ناظم دار الاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر شریف

[illegible] منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر

عزیزی پریس آگرہ میں طبع ہوا